اضافہ شدہ ایڈیشن

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

تحفہ برائے خواتین

خواتین کے مخصوص مسائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان

ترجمہ: ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری



اضافہ شدہ ایڈیشن

تحفہ برائے خواتین

خواتین کے مخصوص مسائل

قرآن و سنت کی روشنی میں

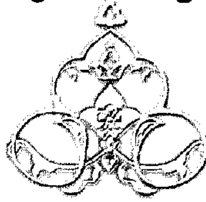
ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان

ترجمہ: ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری

روبینہ نقاش

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان







کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب ------ تحفہ برائے خواتین

مولف ---- ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان

ترجمہ ---- ڈاکٹر رضاءاللہ محمد ادریس مبارکپوری

اعداد واضافہ : روبینہ نقاش

اشاعت اوّل ------ فروری 2002

تعداد -------- ایک ہزار

ناشر:- دارُالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور



فہرست مضامین

فصل اول

عام مسائل واحکام

فصل دوم

خواتین کی جسمانی زینت و آرائش

(بناؤ سنگھار سے متعلق مسائل)

فصل سوم

حیض استحاضہ اور نفاس کے مسائل

فصل چہارم

لباس اور پردے کے مسائل

فصل پنجم

نماز سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

فصل ششم

جنازے سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

فصل ہفتم

روزے سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

فصل ہشتم

حج و عمرہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

فصل نہم

ازدواجی زندگی کے خاص مسائل

فصل دہم

خواتین کی عزت و عصمت کے محافظ احکام

حرف آغاز

اپنے اپنے معمولات میں مصروف انسانوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ان کی زندگی کی شمع جو مسلسل پگھل رہی ہے' شب و روز گزرتے جا رہے ہیں' صبحیں شاموں میں اور شامیں صبحوں میں ڈھل رہی ہیں' ہفتے مہینوں میں' مہینے سالوں میں اور سال صدیوں میں تبدیل ہوتے جا رہے ہیں....... یہ سلسلہ جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا...... لیکن اس سلسلہ کا...... اس منظر جہاں کا....... اس حرکت کا....... مختصراً یہ کہ اس زندگی اور وہ بھی عارضی زندگی کا مقصد کیا ہے....... یہ سارے سلسلے' یہ گردش شمس و قمر...... یہ تسلسل لیل و نہار..... یہ پیہم سفر خوابدانِ ارض...... ارض و سماء کے یہ نظام کیوں ہیں تو اس کا جواب مالک کائنات نے اپنی آخری کتاب میں یوں دیا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾

''ہم نے جن اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

یہ مقصد ہے تخلیق کائنات کا' انسان کے دنیا میں بھیجنے کا..... کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خالص طور پر عبادات کا فریضہ بجالائے۔ اب تخلیق آدم کا مقصد عبادات کو بجالانا ہے۔ اسلام ویسے تو سارے کا سارا عبادات کا مجموعہ ہے لیکن اس کی بنیاد پانچ قسم کی عبادات پر کھڑی ہے۔ وہ عبادات کچھ یوں ہیں:

① کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی (قولی و عملی) گواہی دینا۔
② (سنت کے مطابق دن میں پانچ وقت) نماز ادا کرنا۔
③ جب سال بعد مال پر نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کرنا۔
④ استطاعت مالی ہونے پر بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔
⑤ سال بعد آنے والے ماہ مبارک میں رمضان کے روزے رکھنا۔

عبادات کی بجا آوری کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق و پیدائش کا مقصد بنایا ہے' اگر اس مقصد میں ہی کوتاہی ہو گئی۔ اس کی ادائیگی ویسے نہ ہو سکی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے شریعت میں مقرر کی اور اس کے آخری پیغمبر نے اپنی سنت سے اس کی وضاحت کر دی...... تو پھر سمجھیں زندگی بے کار گزر گئی' اور ناکام و نامراد گزری۔

عبادات کی بجا آوری جو ایک مؤمن کی جان ہے کے متعلق ہی اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے قرآن و سنت کی روشنی میں خواتین کے مخصوص مسائل پر روشنی ڈالی ہے اس میں انہوں نے نماز' روزہ' حج' اور پردہ وغیرہ کے وہ مسائل جو مردوں سے ہٹ کر صرف خواتین اسلام سے مخصوص ہیں اور جن کا تعلق عبادات سے بھی ہے کو کھول کر بیان کر دیا ہے' تاکہ ایک مؤمنہ خاتون اپنی عبادات کو اور اپنی زندگی کے طور طریقے کو اللہ کریم اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے مطابق ڈھال کر عبادات میں واقع ہونے والی غلطیوں اور کوتاہیوں سے بچ جائے' اور یوں وہ اپنی عبادات کو ضائع ہونے سے بچا سکے اور آخرت میں کامیابی کی حق دار بن سکے۔ یہ کتاب ہر مسلمان بہن کے لیے ایک تحفہ کی مانند ہے' جو کہ اس کی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوششوں کو صحیح سمت اور راہنمائی فراہم کر کے' اس کی عبادات و ریاضات کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے' اور ایسا تحفہ جو کہ بندے کو اللہ کریم کے قریب کر کے جنت کا حقدار بنا دے' یقیناً دنیا کے تمام مادی تحفوں سے بڑھ کر قیمتی' انمول' بے مثال و اعلیٰ تحفہ ہے۔ آیئے ! اس تحفہ کی قدر کریں اور اس پر عمل پیرا ہو کر حقیقی و اخروی کامیابیاں حاصل کرنے میں مصروف ہو جائیں۔

میں نے اس کتاب کو مزید مفید اور جامع بنانے کی غرض سے اس میں مختلف جگہوں پر مفید اضافے کیے ہیں' تاکہ جو تشنگی دوران مطالعہ مجھے محسوس ہوئی وہ قارئین کو نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے میں نے فتاویٰ المرأۃ' عرب علماء کے فتاویٰ جات' مولانا عبدالاحد بن عبداللطیف حفظہ اللہ کی کتاب "عورتوں کے منفرد مسائل"' محترمہ و مرحومہ بہن مریم خنساء ھناد کے مرتب کردہ دو کتابچے "ستر و حجاب اور خواتین" اور "مسائل طہارت اور خواتین" اور اس کے علاوہ مختلف دیگر کتب سے خاص طور پر استفادہ کیا' تاکہ کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید اور جامع بنایا جائے۔ یہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ رحیم و کریم کی برکت سے ہوا ہے' اُسی نے ہمیں توفیق دی ورنہ ہم اس قابل کہاں۔ اللہ مالک کائنات سے دعا ہے کہ وہ اپنی بارگاہ میں اسے قبول فرمائے اور میری اور میری تمام بہنوں کی نجات کا سبب بنائے۔ (آمین)

الطالبة للرحمة رب العزيز الحميد

روبینہ نقاش

۱۵جنوری ۲۰۰۲ء لاہور

مقدمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی، وَ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی، وَأَشْھَدُ أَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْحَمْدُفِیْ الْآخِرَۃِ وَالاُوْلٰی، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، عُرِجَ بِہٖ اِلَی السَّمَآءِ فَرَآی مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَ أُوْلِی الْمَنَاقِبِ وَالنُّھٰی، وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً مَؤَبَّدًا، أَمَّابَعْدُ:

تمام تعریف اللہ ذوالجلال کے لئے ہے جس نے ٹھیک ٹھاک اندازہ کیا (یعنی تقدیر لکھی) اور پھر راہ دکھائی، اور نطفہ سے جوڑا (نر و مادہ) پیدا کیا جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک و ساجھی نہیں، تمام تعریفیں دنیا و آخرت میں اسی کے لئے ہیں۔ اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنہیں آسمان کی معراج کرائی گئی تو انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اور آپؐ کی آل و اولاد اور آپؐ کے اصحاب پر جو اصحاب فضل و منقبت اور فہم و فراست ہیں، زیادہ سے زیادہ درود و سلام نازل فرمائے۔ (آمین)

اسلام میں خواتین کا اپنا ایک مقام و مرتبہ ہے، کاروبارِ حیات کی متعدد ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئی ہیں، رسول اکرم ﷺ خاص طور پر ان کو اپنی تعلیمات سے نوازتے رہتے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے خطبہ میں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین فرمائی تھی، ان تمام امور سے واضح طور سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زمانہ میں خواتین لازمی توجہ کی مستحق ہیں، خصوصاً موجودہ دور میں جبکہ مسلم خواتین سے ان کی

عزت و ناموس کو سلب کرنے نیز ان کو اپنے مقام و مرتبہ سے گرانے کے لئے مخصوص طریقہ سے ان پر یلغار کی جا رہی ہے اور ان کو نشانہ بنایا جا رہا ہے' اس لئے انہیں خطرات سے آگاہ کرنا اور ان کے لئے راہ نجات کی نشاندہی کرنا از حد ضروری ہے۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں ہماری یہی توقع ہے کہ اس کے اندر خواتین سے متعلق جو مخصوص احکامات بیان کئے گئے ہیں ان کی وجہ سے یہ کتاب اس راہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے' یہ ایک حقیر اور متواضع شمولیت ہے' لیکن ایک کم مایہ شخص کی حتی المقدور کوشش ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اس کے حجم اور مقدار کے مطابق کار آمد اور نفع بخش بنائے' خواتین کی رہنمائی اور ان کے لئے راہ نجات کی نشاندہی کے تعلق سے یہ پہلا قدم ہے' امید ہے کہ اس کے بعد اس سے زیادہ عمومیت اور شمولیت کے ساتھ اگلے قدم اٹھائے جائیں گے جن میں زیادہ بہتر اور مکمل طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ اس عجلت میں پیش کی گئی معلومات کو درج ذیل فصول کے تحت بیان کیا گیا ہے:

فصل اول

عام مسائل واحکام

عورتوں کا مقام قبل از اسلام قبل از اسلام سے مراد زمانہ جاہلیت ہے جس وقت عرب بالخصوص اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان بالعموم زندگی بسر کر رہے تھے اور لوگ عہد فترہ[1] سے گذر رہے تھے' ہدایت اور نجات کی راہیں ناپید ہو چکی تھیں' حدیث نبوی کے بیان کے مطابق "اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر ڈالی تو اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر عرب و عجم کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا۔"[2]

اس عہد میں خواتین عموماً اور عرب معاشرہ میں خصوصاً سخت آزمائشی دور سے گذر رہی تھیں' عرب بچیوں کی ولادت کو سخت ناپسند کرتے تھے' کچھ ایسے تھے جو انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے کہ مٹی کے نیچے دب کر دم توڑ دیں' اور کچھ ایسے بھی تھے جو ان کی تربیت و کفالت سے دست بردار ہو کر انہیں ذلت و رسوائی کی زندگی گذارنے پر مجبور کر دیتے تھے' اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] فترہ: دو نبیوں کے درمیان کے زمانہ کو کہتے ہیں۔

[2] یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عیاض بن حماد مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' مذکورہ ٹکڑے کے الفاظ یہ ہیں: (اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلَى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُم عَرَبَهُم وَ عَجَمَهُم اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ......) صحیح مسلم' كِتَابُ الْجَنَّةِ (مترجم)

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلٰى هُوْنٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ (النحل: ۱۶/۵۸، ۵۹)

"اور جب ان (مشرکین میں سے) کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غصے کے گھونٹ پیتا ہے اور اس خبر کی بنا پر لوگوں (خاندان برادری) سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس بچی کو گھر رکھ کر ذلت برداشت کروں یا زندہ ہی دفن کر دوں۔ خبردار ان کے یہ کیسے برے فیصلے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾ (التکویر: ۸۱/۸، ۹)

"جب زندہ دفن کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی ہے۔"

"مَؤْودَةُ" اس بچی کو کہتے ہیں جو زندہ ہی زمین میں دبا دی گئی ہو کہ مٹی کے نیچے دب کر دم توڑ دے۔ اگر لڑکی زندہ درگور کیے جانے سے کسی طرح بچ جاتی تو اسے نہایت اہانت آمیز زندگی گذارنی پڑتی تھی' اس کو اپنے قریبی لوگوں کے ترکہ سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا' خواہ اس کے اقرباء (خاندان والے اور عزیز رشتہ دار) کتنے ہی صاحب دولت و ثروت کیوں نہ ہوں' اور وہ خود کتنی ہی غربت و محتاجگی کی زندگی کیوں نہ گذار رہی ہو' کیونکہ ان کے یہاں عورتوں کے بجائے صرف مردوں کو ہی ترکہ ملتا تھا' عورتوں کو ترکہ کیا ملتا وہ خود مال میراث کی طرح وفات پانے والے شوہروں کے ورثاء میں تقسیم کی جاتی تھیں۔ ایک شوہر کی زوجیت میں بیشمار عورتیں ہوا کرتی تھیں' کیونکہ ان کے نزدیک تعدد ازدواج کی کوئی قید نہیں تھی' اور اس کی بناء پر ان کو لاحق ہونے والی پریشانیوں' تنگیوں اور ظلم و زیاتی کی وہ کوئی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔

اسلام میں عورتوں کا مقام و مرتبہ

جب اسلام آیا تو اس نے عورتوں پر ہونے

والے ظلم و زیادتی کا خاتمہ کرتے ہوئے ان کی انسانی حیثیت اور مرتبہ کو انہیں واپس دلایا' ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ ﴾ (الحجرات: ۴۹/۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ انسان ہونے میں "عورت" مرد کے مساوی درجہ رکھتی ہے' اسی طرح اعمال پر جزاء و سزا میں بھی دونوں برابر اور یکساں حیثیت رکھتے ہیں:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (النحل: ۱۶/۹۷)

"جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت' لیکن صاحب ایمان ہو' تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے' اور ان کے اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ ﴾

(الاحزاب: ۳۳/۷۳)

"(یہ اس لئے) کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے عورت کی اس حیثیت کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے کہ مرنے والے شوہر کے متروکہ مال میں اسے (بطور تقسیم ہونے والی وراثت کے) شمار کیا جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ﴾ (النساء: ۴/۱۹)

"اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو۔"

اللہ تعالیٰ نے خواتین کو ان کی اپنی ایک مستقل حیثیت کی ضمانت دی ہے' مال موروث نہ شمار کر کے انہیں وارث بنایا ہے' خویش و اقارب کے مال متروک میں ان کا

حصہ متعین کیا ہے' چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾ (النساء: ۴/۷)

"ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکے میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی' (جو مال ماں باپ اور خویش و اقارب چھوڑ کر مریں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾ (النساء: ۴/۱۱)

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے' اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا' اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے (کل وراثت کے متروکہ مال کا) آدھا ہے۔"

اسی طرح کی متعدد وہ تمام آیات کریمہ ہیں جو مال میراث میں ماں' بیٹی' بہن' بیوی کی صورت میں خواتین کے حصوں کی تعیین کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ ازدواجی زندگی کے تعلق سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے چار بیویوں کی آخری حد متعین کر دی ہے' بشرطیکہ ان کے مابین حتی المقدور عدل و انصاف قائم کیا جائے' اور ان کے ساتھ حسن معاشرت کو واجب اور ضروری قرار دیا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (النساء: ۴/۱۹)

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔"

اور مہر کو عورتوں کا حق قرار دیتے ہوئے اس کی مکمل ادائیگی کا حکم دیا ہے مگر یہ کہ عورت خوش دلی کے ساتھ ازخود معاف کر دے۔ اسی کے متعلق فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴾ (النساء: ۴/۴)

"اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔"

اللہ تعالیٰ نے عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں ایک ایسے نگہبان کی حیثیت عطا کی ہے جو امر و نہی کی مالک ہوتی ہے اور اپنے بچوں کی مالکن اور سردار ہوتی ہے' اس بات کو رسول اللہ نے یوں بیان کیا:

((اَلْمَرأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا)) (صحیح بخاری: کتاب الجمعہ)

"عورت اپنے شوہر کے گھر اور بال بچوں کی نگراں ہے اور اُس سے ان سب کے متعلق (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔"

اسی طرح شوہر پر معروف طریقے سے بیوی کے نان و نفقہ اور لباس وغیرہ کے اخراجات کی ذمہ داری عائد کی ہے۔

دشمنان اسلام خواتین کی عزت و ناموس اور حقوق کو سلب کرنا چاہتے ہیں

آج کے دور میں دشمنانِ اسلام بلکہ دشمنان انسانیت کفار و منافقین اور کج روی اختیار کرنے والوں کو اسلام میں خواتین کو ملی ہوئی عزت و شرافت اور تحفظ سخت ناگوار معلوم ہو رہا ہے' کیونکہ یہ لوگ عورتوں کو تباہی و بربادی اور ہلاکت کے ایک ایسے (وسیع و عریض اور تباہ کن) جال میں پھنسے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں جس کے ذریعہ وہ (ان سے) اپنی ہیجان انگیز شہوتوں کو تسکین پہنچائیں اور پھر اس کے بعد کمزور ایمان' بے قابو' اور خواہشات و ہوس سے مغلوب لوگوں کو اپنے (الحادی و طاغوتی) پھندے میں گرفتار کر سکیں۔ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴾ (النساء: ۲۷/۴)

"اور جو لوگ خواہشات نفس کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس راہِ راست (اسلام) سے بہت دور ہٹ جاؤ۔"

(حد ہو گئی کہ) بیمار دل اور کجرو مسلمان بھی خواتین کے تعلق سے یہی چاہتے ہیں کہ شیطانی خواہشات اور شہوانی میلان رکھنے والے تاجروں کے شو روم میں ان کو سستے سامانوں کی طرح رکھا جائے۔ کہ جو خریداروں کے سامنے بالکل کھلے رکھے جاتے ہیں' تاکہ (دیکھنے والے) ان کے خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہو سکیں یا اس کے توسط سے ان کو بدترین عمل تک رسائی حاصل ہو سکے' چنانچہ ان کے اندر اس بات کی شدید رغبت پائی جاتی ہے کہ خواتین اپنے گھروں کی چار دیواری سے نکل کر مردوں کے دوش بدوش ان کے کاموں میں ہاتھ بٹائیں' یا ہسپتالوں میں بحیثیت نرس مردوں کی تیمار داری کریں اور ان کی خدمت انجام دیں' یا ہوائی جہازوں میں بحیثیت ائر ہوسٹس یا مخلوط تعلیم گاہوں میں بحیثیت طالبات اور ٹیچرز ' یا تھیٹروں میں بحیثیت اداکارہ یا گلوکارہ' یا مختلف ذرائع ابلاغ میں بحیثیت اناؤنسر کام کریں' جہاں وہ اپنی شکل و صورت اور اپنی آواز سے لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کریں ۔ فحش رسائل و اخبارات نے دوشیزاؤں کی ہیجان انگیز عریاں تصویروں کو اپنی مارکیٹنگ اور بازاروں میں کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنا رکھا ہے' اسی طرح بعض تاجروں اور صنعتی کمپنیوں نے اسی نوعیت کی فحش تصویروں کو اپنے سامان کی تجارت اور اپنی پروڈکٹ (مصنوعات) پر آویزاں کر کے انہیں فروغ دینے کا وسیلہ اور ذریعہ بنا رکھا ہے' ان تمام غلط حرکتوں کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خواتین اپنے گھروں کے اندر اپنی حقیقی اور اصل ذمہ داریوں سے دست بردار ہو گئیں۔ اس کی وجہ سے ان کے خاوند اپنے بچوں کی تربیت اور گھریلو ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے (اڑوس پڑوس قرب و جوار کے علاقوں یا پھر غریب بستیوں اور دیہات سے یا اندرون ملک اور) بیرون ملک سے خادماؤں کو درآمد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں' جس کا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ بیشمار فتنے اور بڑی بڑی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

خواتین کے لئے تعلیم و تعلم اور ملازمت کی اجازت

گھر کے باہر خواتین کی

سروس یا دیگر کام کرنے کے ہم مخالف نہیں ہیں بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل ضوابط کے تحت ہوں:

(١) عورت اس ملازمت کی یا معاشرہ اس کے کام کا واقعی ضرورت مند ہو' مردوں میں اس کام کو انجام دینے والا موجود نہ ہو۔

(٢) گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے بعد ہی وہ گھر کے باہر سروس کر سکتی ہے کیونکہ گھریلو ذمہ داریوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

(٣) مردوں سے دور رہ کر محض خواتین کے بیچ میں اس طرح کی سروس کی جا سکتی ہے' مثال کے طور پر عورتوں کی تعلیم و تربیت' ان کی تیمار داری اور ان کا علاج و معالجہ۔

(٤) اسی طرح دینی امور کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ ایک ضروری چیز ہے' جن دینی مسائل کی عورت کو ضرورت ہو انہیں سیکھنے اور حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ انہیں عورتوں کے درمیان رہ کر حاصل کیا جائے۔ مساجد وغیرہ میں قائم کئے جانے والے وعظ و نصیحت کے دروس کی حاضری میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ پردہ کے ساتھ اور مردوں کے اختلاط سے دور ہو' جیسا کہ ابتداء اسلام میں خواتین مساجد میں حاضر ہو کر دین سیکھتی اور سکھاتی تھیں۔



فصل دوم

خواتین کی جسمانی زینت و آرائش

(بناؤ سنگھار سے متعلق مسائل)

عورتوں کے مخصوص اور ان کے مناسب جو خصائل فطرت ہیں ان میں ناخن کا تراشنا اور برابر ان کی خبر گیری کرنا عورت سے مطلوب ہے' کیونکہ ناخن تراشنے کے مسنون ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے' یہ ان خصائل فطرت میں سے ہے جن کا ذکر حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے [1]

ناخن کاٹنے میں نظافت اور خوبصورتی پائی جاتی ہے' جبکہ انہیں بڑھانے میں بدشکلی (بھدا پن) درندوں سے مشابہت' ان کے نیچے پانی کا نہ پہنچنا' اور ان کے اندر گندگی و غلاظت کا جمع ہونا' یہ سب خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ سنت سے ناواقفیت اور کافر

---

[1] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتی ہیں:

((عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الأظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الابِطِ وَ حَلْقُ الْعَانَةِ وَانتِقَاصُ الْمَاءِ)) قال الراوی۔ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ

"دس باتیں خصائل فطرت سے ہیں: مونچھوں کا تراشنا' داڑھی کا بڑھانا' مسواک کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے پوروں کا دھونا' بغل کے بال اکھاڑنا' زیر ناف کا بنانا' استنجاء کرنا۔" راوی کا کہنا ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں' ہو سکتا ہے دسویں بات کلی کرنا ہو۔" (مترجم)

عورتوں کی تقلید کی وجہ سے بعض مسلم خواتین بھی ناخن بڑھانے کی وبا میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

زیرناف اور بغل کے بالوں کی صفائی بھی عورتوں کے لئے مسنون ہے' کیونکہ حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور اسی میں خوبصورتی اور جمال ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ اس عمل کو انجام دیا جائے' یا چالیس دن سے زیادہ انہیں نہ چھوڑا جائے۔

سر کے بالوں کو کٹوانا

الف۔ مسلم خواتین سے سر کے بالوں کا بڑھانا مطلوب ہے' بلا کسی ضرورت انہیں منڈانا حرام ہے۔ شیخ محمد ابراہیم آل الشیخ (سابق) مفتی سعودی عرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عورتوں کے سروں کے بالوں کا مونڈنا جائز نہیں ہے' کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے' امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے' اور علامہ ابن جریر (طبری) رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے سنداً روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی (ممانعت) اگر اس کا کوئی معارض و مخالف حکم موجود نہ ہو تو تحریم کی متقاضی ہوتی ہے (یعنی ایسی نہی تحریم کے لئے ہوتی ہے کہ وہ کام کرنا ایک مسلمان کے لیے حرام ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں لکھتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ((أَن تَحلِقَ الْمَرْاَةُ رَأسَهَا)) اس وجہ سے ہے کہ خواتین کے حق میں چوٹیوں کو شکل و صورت اور حسن و جمال میں وہی حیثیت حاصل ہے جو مردوں کے حق میں داڑھی کو حاصل ہے۔ (مجموع فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم ۴۹/۲)

سر کے بالوں کو زیب و زینت کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کے لیے چھوٹا کرنا' مثال کے طور پر ان کی حفاظت وغیرہ سے عورت عاجز ہو جائے' یا اتنے زیادہ طویل ہو جائیں کہ

عورت کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوں' تو بقدر ضرورت ان کو چھوٹا کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا کرتی تھیں' اس لئے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زیب و زینت کو ترک کر دیا تھا اور اب بالوں کو بڑھانے اور انہیں سنوارنے کی ان کو حاجت و ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔ اور اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے کافرہ اور فاسقہ عورتوں یا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا مقصود ہے تو یہ بلا شک و شبہ حرام ہے' اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے عموماً اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے (خاص طور پر) منع فرمایا ہے۔ اور اگر بالوں کو چھوٹا کرانے سے زیب و زینت مقصود ہے تو بظاہر یہ بھی جائز نہیں معلوم ہوتا ہے' استاد محترم شیخ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (اضواء البیان) میں لکھتے ہیں:

"بہت سے (مسلم) ممالک میں خواتین کا اپنے بالوں کو جڑوں کی حد تک چھوٹا کرانے کا جو رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ درحقیقت یہ فرنگی طور طریقہ ہے جو اس طور طریقہ کے بالکل مخالف ہے جس پر مسلم خواتین بلکہ قبل از اسلام عرب خواتین گامزن تھیں۔ یہ طریقہ ان تمام انحرافات میں سے ایک ہے جو دین و اخلاق اور شکل و صورت وغیرہ میں عام ہوتے جا رہے ہیں"

اس کے بعد موصوف نے اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے بالوں کو وفرہ (کانوں تک لٹکے ہوئے بال) کی حد تک چھوٹا کرا لیتی تھیں' اور اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ازواج مطہرات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے بالوں کو چھوٹا کرایا تھا' اس لئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کیا کرتی تھیں اور ان کی بہترین زیب و زینت میں ان کے بال بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو ایک خاص حکم حاصل ہو گیا تھا جس کی رو سے پورے روئے زمین کی تمام خواتین میں سے کوئی بھی خاتون ان کی شریک اور

ہم سر نہیں ہو سکتی تھی' اور وہ خاص حکم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اب کسی دوسرے مرد سے ان کی دوسری شادی سے متعلقہ ان کی ہر طرح کی توقعات کا خاتمہ ہو چکا تھا اور شادی سے وہ اس طرح ناامید ہو چکی تھیں کہ اس میں کسی حرص و طمع کی ادنیٰ سی آمیزش بھی نہیں پائی جاتی تھی' چنانچہ اب وہ ایسی عدت گذار عورتیں تھیں جو تاحیات رسول اکرم ﷺ کی زوجیت میں ہونے کی وجہ سے محبوس تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴾ (الاحزاب : ۵۳/۳۳)

"اور (اے ایمان والو! نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا (گناہ) ہے۔" (اضواء البیان (۵/۵۹۸۔۶۰۱)

مردوں سے مکمل بے رغبتی اور مایوسی زیب و زینت کی بعض ایسی چیزوں میں کوتاہی اور سستی کے لئے رخصت کا سبب بن سکتی ہے جو کسی دوسرے سبب کی بناء پر جائز نہیں ہو سکتی ہیں[1]

بالوں کا جوڑا بنانا

لہٰذا عورتوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنے سروں کے بالوں کی مکمل حفاظت کریں اور ان پر پوری توجہ دیں اور ان کی چوٹیاں بنا رکھیں' انہیں سروں پر یا سر کے پچھلے حصے پر اکٹھا کر کے باندھنا جائز نہیں ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس طرح بعض آبرو باختہ عورتیں اپنے بالوں کی ایک ہی چوٹی بنا کر اور اسے

---

[1] اگر خاوند عورت کو بال چھوٹا کرنے کا حکم بھی دے تو اس کی اطاعت عورت کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا کر رکھتی ہیں" (مجموع الفتاوی ۱۴۵/۲۲)

سعودی عرب کے (سابق) مفتی شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عصر حاضر کی بعض مسلم خواتین کا یہ عمل کہ سر کے بالوں کو ایک جانب سے کنگھی کر کے پچھلے حصہ (گدی) میں یا سر کے اوپر باندھ لیتی ہیں جیسا کہ انگریز عورتیں کرتی ہیں، تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں کفار کی عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُم سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيْلَاتٌ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ لَايَدْخُلنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوجَدُ مِن مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا)) (مسلم)

"جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر، مونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلیں گی، ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جائے گی۔"

بعض اہل علم نے حدیث میں وارد لفظ "مائلات ممیلات" کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ان کے کنگھی کرنے کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ بال ایک جانب جھکے ہوتے ہیں، یہ فاحشہ اور بدکار عورتوں کی کنگھی کا طریقہ ہے، اور (ممیلات) ان عورتوں کو کہتے ہیں جو دوسری عورتوں کو اس طرح کی کنگھی کرے۔ درحقیقت یہ فرنگی (یورپی) خواتین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والی

مسلم خواتین کی کنگھی کا طریقہ ہے"[1]

خوبصورتی حاصل کرنے کیلئے "وگ" کا استعمال

جس طرح خواتین کو بلا ضرورت سروں کے بالوں کو منڈوانے یا چھوٹا کرانے سے روکا گیا ہے اسی طرح انہیں اپنے بالوں میں مزید دوسرے بالوں کو جوڑ کر اضافہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے' چنانچہ صحیحین میں وارد ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَاصِلَةَ وَالْمُستَوصِلَةَ))

"رسول اکرم ﷺ نے واصلہ اور مستوصلہ پر لعنت بھیجی ہے۔"

واصلہ: اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی غیر کے بالوں کو جوڑ کر اپنے بالوں میں اضافہ کرتی ہے۔

مستوصلہ: اس عورت کو کہتے ہیں جس پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔

یہ عمل اس وجہ سے ممنوع اور حرام ہے کہ اس میں فریب اور دھوکہ پایا جاتا ہے' اس ممنوعہ اضافہ میں بارو کہ (وگ) کا استعمال بھی شامل ہے جو اس وقت کافی شہرت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

امام بخاری و امام مسلم (رحمہما اللہ) وغیرہ کی روایت ہے کہ:

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے ایک تقریر کی' دوران تقریر انہوں نے بالوں کا ایک گچھا نکال کر (لہراتے ہوئے) فرمایا: "تمہاری خواتین کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے سروں میں اس طرح کی چیز استعمال کرتی ہیں!! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا مِنْ اِمْرَأَةٍ تَجْعَلُ فِي رَأسِهَا شَعراً مِنْ شَعرِ غَيْرِهَا اِلاَّ كَانَ زُورًا))

"اگر کوئی عورت اپنے سر میں کسی غیر کا بال لگاتی ہے تو وہ جھوٹ اور فریب ہوتا ہے۔"

---

[1] مجموع فتاویٰ الشیخ (۴/۷/۲) نیز ملاحظہ ہو: الایضاح والتبیین مؤلفہ شیخ حمود و تویجری ص ۸۵۔

باروکہ (وگ) ایسے مصنوعی بالوں کے مجموعے کو کہتے ہیں جو سر کے بالوں کے مشابہ تیار کیا جاتا ہے' اس کے استعمال میں فریب اور دھوکہ دہی ہوتی ہے۔

خوبصورت نظر آنے کیلئے "پلکنگ" کرنا

ب۔ مسلم خواتین کے لئے ابرو کے تمام بالوں کو یا بعض بالوں کو مونڈ کر' ترشوا کر یا بال صفا دوائیں استعمال کر کے صاف کرنا حرام ہے' کیونکہ اسی کو نمص کہا جاتا ہے جس کا ارتکاب کرنے والی خواتین پر رسول اکرم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے' چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم النَّامِصَةَ وَالْمُتَنَمِّصَةَ))

"آپ ﷺ نے نامصہ اور متنمصہ پر لعنت بھیجی ہے۔"

نامصہ: اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خیال میں زیب و زینت اختیار کرنے کے لئے اپنے ابرو کے تمام بالوں کو یا کچھ بالوں کو صاف کرتی ہے۔

متنمصہ: اس عورت کو کہتے ہیں جس کے لئے اس عمل کو انجام دیا جائے (جس طرح بیوٹی پارلرز میں عام طور پر ہو رہا ہے) یہ عمل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خلقت کو تغیر و تبدیل کرنے کے مترادف ہے جس کے بارے میں شیطان نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بنی آدم کو اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تبدیلی کا حکم دے گا' چنانچہ اس نے کہا تھا جیسا کہ اللہ رب العزت نے اس سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ۱۱۹/۴)

"اور میں ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔"

صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا:

"ایسی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو گودنا گودتی ہیں اور جو گودنا گدواتی ہیں' اور جو ابرو کے بال اکھیڑتی اور اکھڑواتی ہیں' اور دانتوں کو گھس کر خوبصورت بناتی ہیں' درحقیقت وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنے والی

ہیں۔"[1]

اس کے بعد آپؓ فرماتے ہیں:

"کیا میں ان لوگوں پر لعنت نہ بھیجوں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی ہے؟ اور یہ حکم اللہ کی کتاب میں موجود ہے" آپ کی مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ (الحشر: ۷/۵۹)

"تمہیں جو کچھ رسول دیں لے لو' اور جس سے روکیں رک جاؤ۔"

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۳۵۹/۲ مطبوعہ دارالاندلس) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اس سنگین اور خطرناک وباء میں آج بے شمار عورتیں مبتلا ہو گئی ہیں' درحقیقت یہ ایک کبیرہ گناہ ہے' صورتحال یہ ہو گئی ہے کہ ابرو کے بال صاف کرنا روز مرہ کی ضروریات میں شامل ہو گیا ہے' اگر کسی عورت کا خاوند اس کا حکم دے تو بھی اس کی اطاعت جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ ایک معصیت اور گناہ کا کام ہے۔

دانتوں کو خوبصورت بنانے کے شوق میں.....

ج۔ زینت و آرائش کے مقصد سے دانتوں کو گھس کر ان میں جھری (دراز) بنانا مسلم خواتین کے لئے حرام ہے' وہ اس طرح سے کہ خوبصورتی پیدا کرنے کی لالچ میں دانتوں کو ریتی سے گھس کر ان کے درمیان مختصر شگاف بنا لیا جائے۔ البتہ اگر دانتوں میں کسی قسم کی بدشکلی پائی جاتی ہو اور اس کو دور کرنے اور دانتوں کو صحیح کرنے کے لئے آپریشن کی ضرورت پڑے' یا ان میں کیڑے پیدا ہو جائیں اور ان کو ختم کرنے کے لئے اصلاح کی ضرورت پیش آئے تو اس میں کوئی حرج یا مضائقہ نہیں ہے' کیونکہ یہ علاج و معالجہ اور بدصورتی کو ختم کرنے کے قبیل سے ہے اور اسے اسپیشلسٹ

---

[1] اس عبرتناک وعید کی روشنی میں بیوٹی پارلرز پر جانے والی اور وہاں کام کرنے والی نادان بہنیں اپنے دین و دنیا اور آخرت کی فکر کریں۔

لیڈی ڈاکٹر کے ہاتھوں انجام دیا جائے گا۔

ظاہری خوبصورتی کے لیے جسم کو گودنا کیسا ہے؟

د۔ جسم میں گودنا گودوانے کا عمل بھی عورتوں پر حرام ہے‘ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے واشمہ اور مستوشمہ پر لعنت بھیجی ہے۔

واشمہ: اس عورت کو کہتے ہیں جو ہاتھ یا چہرے میں سوئی چبھو کر اس جگہ کو سرمہ یا روشنائی سے بھر دے (یعنی گودنا گودنے والی عورت)

مستوشمہ: اس عورت کو کہتے ہیں جس پر یہ عمل کیا جائے۔ یہ عمل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے‘ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے گودنا گودنے والی اور گودوانے والی‘ یعنی دونوں عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اور شریعت میں صرف کبیرہ گناہ پر ہی لعنت بھیجی گئی ہے۔

خواتین کیلئے خضاب (مہندی) لگانے اور بالوں کے رنگنے کا حکم

(ا) خضاب: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دونوں ہاتھوں اور پیروں کا مہندی سے رنگنا شادی شدہ عورت کے لئے مستحب ہے‘ اس سلسلہ میں کئی حدیثیں معروف و مشہور ہیں۔“ (المجموع ا/۳۲۴)

امام نووی رحمہ اللہ کا اشارہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی اس روایت کی جانب ہے جس میں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے مہندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا: ”کوئی حرج نہیں ہے‘ لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں اس لیے کہ میرے محبوب رسول اکرم ﷺ کو اس کی بُو ناپسند تھی۔“

اس کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے‘ آپ ہی سے دوسری حدیث بھی مروی ہے‘ فرماتی ہیں: ”ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا‘ اس کے ہاتھ میں ایک مکتوب تھا‘ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا‘ اور فرمایا: ”مجھے معلوم نہیں کہ یہ ہاتھ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا کسی عورت کا؟“ اس نے کہا:

"یہ ایک عورت کا ہاتھ ہے" آپ نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يعني بِالْحِنَاءِ)) (ابوداؤد، نسائی)

"اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو تبدیل کرلیتی (یعنی مہندی سے)"

لیکن ایسی چیزوں سے وہ اپنے ناخنوں کو ہرگز نہیں رنگ سکتی جو ان پر منجمد ہو کر طہارت کے پانی کے لئے رکاوٹ بن جاتی ہیں [1]

(۲) ۔ خواتین کا اپنے بالوں کو رنگنے اور ان میں خضاب لگانے کا جہاں تک سوال ہے تو اگر بالوں میں سفیدی ظاہر ہو چکی ہے تو انہیں سیاہ رنگ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ سے رنگ سکتی ہے' کیونکہ سیاہ خضاب سے رسول اکرم ﷺ سے وارد ممانعت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان عمومیت پائی جاتی ہے' چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین (ص ۶۲۶) میں ایک باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مردوں اور عورتوں کو سیاہ خضاب لگانے کی ممانعت"

اور المجموع شرح المہذب (۳۲۴/۱) میں لکھتے ہیں:

"سیاہ خضاب کے متعلق ممانعت میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' یہی ہمارا مذہب ہے"

اگر ایک عورت اپنے سیاہ بالوں کو کسی دوسرے رنگ سے بدلنے کے لئے خضاب لگاتی ہے تو میں جہاں تک سمجھتا ہوں یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بالوں کے لئے سیاہ رنگ ہی خوبصورتی کا باعث ہوتا ہے اور اس میں ایسی کوئی بد شکلی نہیں پائی جاتی کہ اسمیں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جائے' اور اس میں کافر عورتوں سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔

زیورات سے خوبصورتی حاصل کرنا

رسم و رواج کے مطابق خواتین کے لئے سونے و چاندی کے زیورات کا استعمال جائز

---

[1] جیسے نیل پالش والے رنگ۔

ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے' لیکن ان زیورات کا محرم لوگوں کے علاوہ دوسرے اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ ان کو چھپائیں گی' خصوصاً گھر سے باہر نکلتے وقت اور ایسے وقت جبکہ مردوں کی نگاہیں ان پر پڑتی ہوں' کیونکہ یہ فتنہ کا باعث ہے' اور عورتوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کپڑوں کے نیچے پوشیدہ زیورات کی آواز کو مردوں کو سنائیں' چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ (النور: ۲۴/۳۱)

"اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔"

لہٰذا ظاہری زیورات کے بارے میں بدرجہ اولی ممانعت ہو گی۔



فصل سوم

حیض' استحاضہ اور نفاس کے مسائل

حیض اور اس کے مسائل

حیض : لغت میں سیلان (بہنے) کو حیض کہتے ہیں' شریعت کی اصطلاح میں حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کے رحم (بچہ دانی) کے اندر سے متعینہ اوقات میں بغیر کسی بیماری یا زخم کے نکلتا ہے' اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنات آدم کے حق میں مقدر کر دیا ہے' اسے رحم مادر کے اندر پیدا کر کے اثناء حمل بچہ کے لئے غذا کا بندوبست کیا ہے' پھر یہی خون ولادت کے بعد دودھ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے' جب عورت حالت حمل میں نہیں ہوتی یا بچہ کو دودھ پلانے والی نہیں ہوتی تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا ہے' لہٰذا متعینہ اوقات میں خارج ہو جاتا ہے' اسی کو ماہواری کہا جاتا ہے۔

عورت کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبتیں

عورت کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبتوں کے متعلق الشیخ صالح العثیمین سے سوال کیا گیا ہے کہ "عورتوں کے جسم سے خارج ہونے والی رطوبتوں کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ ناپاک اور ناقض وضوء ہیں؟" تو انہوں نے اس کا جواب دیتے ہوئے یوں وضاحت کی:

"عورت کے جسم سے بغیر شہوت کے خارج ہونے والی رطوبتوں سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ جائے ولادت سے نکلنے والی رطوبت کی نجاست کے بارے میں علماء کا

اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے خارج ہونے والی رطوبت ناپاک ہے۔ لہٰذا دوسری نجاستوں کی طرح ہی اس سے بھی طہارت حاصل کرنی چاہیئے۔ جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ عورت کی فرج سے خارج ہونے والی رطوبت پاک ہے مگر اس کے اخراج سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ راجح قول یہی ہے اور اسی لئے جماع کے بعد ذکر کو کسی نجاست کے دھونے کی طرح نہیں دھویا جاتا۔ البتہ پیشاب گاہ سے نکلنے والی نجاست ناپاک ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ پیشاب کے حکم میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی فرج میں دو راستے بنائے ہیں' ایک جس سے پیشاب کا اخراج ہوتا ہے۔ دوسرا وہ جس سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔ جائے ولادت سے نکلنے والی رطوبت طبیعی مادہ اور لیکوریا ہوتا ہے۔ یہاں سے ان مادوں کے اخراج میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ البتہ پیشاب کے اخراج کی جگہ سے نکلنے والی رطوبتیں مثانے سے خارج ہوتی ہیں اور ناپاک ہیں' مذکورہ بالا دونوں رطوبتوں کے اخراج سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

یاد رہے کہ ضروری نہیں کہ ناقض وضوء اشیاء ناپاک بھی ہوں جیسے ہوا کے اخراج سے وضوء تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن وہ ہے پاک کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس کے اخراج پر استنجاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔"

ان سے مزید پوچھا گیا کہ "کیا ایسی رطوبت کے اخراج کے بعد وضوء کرنے کے لئے صرف وضوء کے اعضاء کا دھولینا ہی کافی ہو گا؟" تو انہوں نے بتایا کہ:

"جی ہاں! اگر رطوبت پاک ہے یعنی رحم سے خارج ہوئی ہے مثانہ سے خارج نہیں ہوئی تو صرف وضوء کرلینا ہی کافی ہو گا۔ جو عورتیں اس حکم سے لاعلمی کی بناء پر رطوبت کے اخراج کے بعد وضوء نہیں کرتیں۔ انہیں اللہ عزوجل سے اپنے گناہ کی توبہ کرنی چاہیئے اور اہل علم سے اس مسئلے کے متعلق رجوع کرنا چاہیئے۔"

"ایسے ہی ایک سوال کہ عورت کی فرج سے خارج ہونے والی رطوبت کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ ودی کے حکم میں شامل ہے؟" تو افتاء کمیٹی سعودی عرب نے اس کا جواب یوں دیا:

"یہ رطوبتیں پیشاب کے حکم میں داخل ہیں۔ ان کے اخراج کے بعد استنجاء اور وضوء کرنا چاہیئے۔ بدن اور کپڑوں کو لگی ہوئی رطوبت دھوڈالنی چاہیئے۔"

کس عمر میں حیض کا خون شروع ہوتا ہے؟

عموماً سب سے کم عمر جس میں عورت کو حیض کا خون آنا شروع ہوتا ہے(۹) سال ہے' اور پچاس سال کی عمر تک باقی رہتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾ (الطلاق: ۴/۶۰)

"تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی کہ جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔"

چنانچہ یائسہ عورت وہ ہے جو پچاس سال کی عمر کو پہنچ چکی ہو' اور جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا ہے وہ نو سال سے کم عمر کی چھوٹی بچیاں ہیں۔

حالت حیض میں میاں بیوی کے خاص تعلقات کی حدود

الف۔ حالت حیض میں عورت کے فرج میں وطی (مجامعت) حرام ہے' دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرة: ۲/۲۲۲)

"(اے نبی) آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں' کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے' لہٰذا حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو' اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں تو ان کے قریب نہ جاؤ' ہاں جب وہ پاکی حاصل کرلیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے' اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

حائضہ عورت سے مجامعت کی حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ خون کا آنا بند نہ ہو جائے اور عورت غسل (طہارت) سے فارغ نہ ہو جائے' فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾

"(اے ایمان والو) تم حائضہ عورتوں کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں' ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے۔"

حیض والی عورت سے اس کا خاوند فرج میں مجامعت کے علاوہ ہر جائز شکل میں استمتاع کر سکتا ہے یعنی زن و شوئی کے تعلقات قائم کر سکتا ہے' دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((اِصْنَعُوا كُلَّ شَيْئٍ اِلَّا النِّكَاحَ))

"یعنی سوائے مجامعت کے ہر کام کر سکتے ہو"

حیض والی عورت نماز اور روزہ کی ادائیگی کس طرح کرے؟

حیض والی عورت مدت حیض میں نماز نہیں پڑھے گی اور روزہ نہیں رکھے گی' اس پر روزہ نماز دونوں ہی ممنوع ہیں' ان کی ادائیگی حالت حیض میں صحیح نہیں ہو گی' اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ)) (متفق علیہ)

"کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حالت حیض میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔"

حیض سے پاک وصاف ہو جانے کے بعد عورت روزے کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(كُنَّا نَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَكُنَّا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ) (متفق علیہ)

"عہد رسول اللہ ﷺ میں ہم حالت حیض میں ہوتے تھے تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا' نماز کی قضاء کا ہمیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔"

نماز روزہ میں فرق کی وجہ۔ (واللہ اعلم) یہ ہو سکتی ہے کہ نماز ایک ایسا عمل ہے جس کی بار بار تکرار ہوتی ہے' لہٰذا مشقت و پریشانی کے سبب اس کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا' روزہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے (یعنی سال میں صرف ایک مرتبہ اس کا وقت آتا ہے)

حیض کی حالت میں عورت کا قرآن پڑھنا

حیض کی حالت میں عورت کا قرآن کریم بغیر کسی حائل (اوٹ) کے چھونا حرام ہے' دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴾ (الواقعہ: ۵۶/۷۹)

"اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔"

سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا اس میں یہ بھی تھا:

((لَا يَمَسُّ الْمُصْحَفَ إِلَّا طَاهِرٌ)) (نسائی وغیرہ)۔

"مصحف کو صرف پاک و صاف شخص ہی چھو سکتا ہے۔"

چونکہ اس حدیث کو تمام لوگوں نے قبولیت کا درجہ دیا ہے(یعنی تمام لوگوں نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے) اس لئے یہ حدیث متواتر کی مانند ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ائمہ اربعہ کا مذہب ہے کہ قرآن کریم کو صرف طاہر(پاک و صاف) شخص ہی چھو سکتا ہے' مصحف کو چھوئے بغیر حائضہ عورت کے قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے' زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ صرف ضرورت کے وقت ایسا کر سکتی ہے' مثال کے طور پر بھول جانے کا خطرہ ہو' واللہ اعلم۔(یعنی اس طرح کی صورت حال میں قرآن چھوئے بغیر پڑھ سکتی ہے)"

حالت حیض میں ارکان حج کی ادائیگی

(د) حالت حیض میں خانہ کعبہ کا طواف بھی حرام ہے' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کو حیض آگیا تھا فرمایا تھا:

((افْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُ غَيْرَ أَلَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي)) (متفق علیہ)

"حج کے تمام ارکان ادا کرو سوائے طواف کے' یہاں تک کہ پاک و صاف ہو جاؤ۔"

حیض والی عورت کا مسجد میں ٹھہرنا یا قیام کرنا

(ہ) حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے' دلیل امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((إِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ))

"حائضہ اور جنبی کے لئے میں مسجد کو جائز نہیں کرتا ہوں۔(یعنی حائضہ عورت اور جنبی کے لئے مسجد میں آنا حرام ہے)"

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

(إِنَّ الْمَسْجِدَ لَا يَحِلُّ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ)

"حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد حلال نہیں ہے۔"

البتہ ٹھہرے بغیر مسجد سے گذرنا اس کے لئے جائز ہے' دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' جس میں رسول اکرم ﷺ آپ سے چٹائی طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ' فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ' فَقَالَ: إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ بِيَدِكِ)

"مسجد سے مجھے چٹائی دے دو" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "میں حیض سے ہوں۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔" (منتقی (۱/۱۴۰) میں اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ تمام اصحاب کتب ستہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔

تہلیل (لا الہ الا اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) تسبیح (سبحان اللہ) کہنے نیز دیگر مشروع ذکر و اذکار

اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اسی طرح صبح و شام سوتے اور جاگتے وقت مشروع اوراد و وظائف کے پڑھنے' نیز تفسیر' فقہ' حدیث وغیرہ سے متعلق علمی کتابوں کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔

صفرہ یا کدرہ کا حکم فائدہ اول: حائضہ عورت سے خارج ہونے والے صفرہ یا کدرہ (زرد یا مٹیالے رنگ کے مادہ) کا حکم

صفرۃ پیپ کی مانند ایک قسم کا مادہ جس پر زردی غالب ہوتی ہے۔

کدرۃ مٹیالے رنگ کا گندے پانی کی مانند ایک مادہ۔

اگر ماہواری کے ایام میں یہ دونوں مادے عورت سے خارج ہوں تو انہیں حیض ہی شمار کیا جائے گا' اس پر حیض کے تمام احکام لاگو ہوں گے' اگر ایام حیض کے علاوہ دیگر ایام میں یہ دونوں مادے خارج ہوں تو عورت انہیں کچھ بھی نہیں شمار کرے گی' بلکہ اپنے آپ کو پاک و صاف تصور کرے گی' دلیل سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنَّا لاَ نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا))

"ہم لوگ طہارت کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کے مادوں کو کچھ بھی نہیں شمار کرتے تھے۔"

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر ان کے یہاں "بعد الطہر" کا لفظ نہیں ہے۔

محدثین کے نزدیک اس حدیث کو مرفوع حدیث کا حکم حاصل ہے' کیونکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تقریری[1] کا درجہ حاصل ہے۔ مذکورہ حدیث کا یہی حکم نکلا کہ

---

[1] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی عمل کیا اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا ہو اس کو شرعی حجت کی حیثیت حاصل ہے (مترجم)

زرد یا مٹیالے رنگ کا مادہ طہارت (پاکیزگی) سے پہلے حیض شمار کیا جائے گا' اس پر حیض کے احکامات جاری ہوں گے۔ (مگر حیض کے بعد اسے کچھ بھی شمار نہ کیا جائے گا)

مسلسل اور غیر مسلسل لیکوریئے کی صورت میں نماز کی ادائیگی کا حکم

مسلسل لیکوریئے کی صورت میں خواتین کے لئے نماز کا مسئلہ بڑا اہم ہوتا ہے' اس کے متعلق فضیلۃ الشیخ صالح العثیمین سے سوال کیا گیا کہ:

"ایک عورت کا لیکوریا مسلسل خارج ہوتا رہتا ہے۔ کیا وہ اگر چاہے تو ایک فرض نماز کے لیے کیے گئے وضوء سے ہی دوسری فرض نماز کے وقت تک نوافل ادا کر سکتی ہے یا قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ: ایسی عورت اگر فرض نماز کے لئے اول وقت پر بھی وضوء کرے تو دوسری نماز کا وقت شروع ہونے تک وہ اسی وضوء کے ساتھ فرائض و نوافل کی ادائیگی اور قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی ہے۔"

غیر مسلسل لیکوریئے کے متعلق ایک سوال کہ "ایک عورت کو لیکوریا مسلسل نہیں بلکہ وقفے وقفے سے خارج ہونے کی شکایت ہے۔ وہ نماز کے لیے وضوء کر لیتی ہے مگر نماز سے قبل پھر لیکوریا خارج ہو جاتا ہے' اسے کیا کرنا چاہیئے؟" کا جواب شیخ صاحب نے یوں دیا کہ: "اگر لیکوریا وقفے وقفے سے خارج ہوتا ہو تو عورت کو اس کے رکنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ اس کی حالت واضح نہ ہو یعنی کبھی تو لیکوریا خارج ہوتا ہو اور کبھی رک جاتا ہو۔(اگر مسلسل لیکوریا ہو تو پھر اس کا حکم سلسل البول کے مریض یا استحاضہ کا ہو گا۔" لیکوریا رک جانے کے بعد اسی نماز کے وقت میں ہی دوبارہ وضوء کر کے نماز ادا کرے۔)

عورت کس طرح حیض کی انتہاء کو معلوم کر سکتی ہے؟

فائدہ دوم: حیض کی انتہاء کو خون بند ہونے سے معلوم کیا جا سکتا ہے' اس کی دو میں سے کوئی ایک علامت ہو گی:

پہلی علامت: سفید پانی کا خارج ہونا۔

حیض کے بعد چونے کے پانی سے مشابہ ایک سفید پانی خارج ہوتا ہے' سفید کے علاوہ کبھی دوسرے رنگ کا بھی ہوتا ہے' عورتوں کے حالات کے اختلاف سے اس پانی کا رنگ بھی مختلف ہوتا ہے۔

دوسری علامت: خشکی' شرمگاہ میں کپڑے کا ٹکڑا یا روئی ڈال کر نکالے تو روئی یا کپڑے کا ٹکڑا بالکل خشک نکلے' اس پر نہ تو خون کا اثر ہو اور نہ ہی زرد یا مٹیالے رنگ کے مادے کا۔

ماہواری کے معمول میں عدم مطابقت

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ایک عورت نے سوال پوچھا کہ: "میرے ماہواری کے ایام کا معمول پانچ روز کا ہے۔ پانچ دن گزار کر غسل کر لینے کے بعد کبھی کبھی غسل کے فوراً بعد نہایت معمولی سی مقدار میں خون نظر آتا ہے۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ ہر دو یا تین حیضوں کے بعد اس طرح ہوتا ہے۔ "کیا میں اس صورت میں اپنے معمول کے پانچ دن گذار کر نماز' روزہ شروع کر دوں یا اس چھٹے روز کو بھی معمول میں شمار کروں' اور نماز روزہ شروع کر دوں؟"..... تو انہوں نے جواب دیا کہ:

"طہارت کے بعد اگر خارج ہونے والی رطوبت زرد یا مٹیالے رنگ کی ہو تو اسے کچھ نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کا حکم پیشاب کے حکم کا ہو گا۔" لیکن اگر واضح طور پر وہ خون ہے تو پھر وہ حیض ہی ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ دوبارہ غسل کریں۔ کیونکہ صحابیات نبوی ﷺ میں سے ایک صحابیہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: "طہارت کے بعد ہم زرد یا مٹیالے رنگ کے خارج ہونے والے پانی کو کچھ بھی شمار نہیں کرتی تھیں۔" (ابن باز رحمہ اللہ)

اسی طرح کا ایک مسئلہ الشیخ عثیمین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ: "ایک عورت کے معمول کے مطابق ماہواری کے ایام آ چکے ہیں۔ وہ ایک روز خون یا اس سے ملتا جلتا سیال مادہ خارج ہوتا دیکھتی ہے مگر دوسرے روز اسے دن بھر خون نہیں آتا۔ ایسی صورت میں

اسے کیا کرنا چاہیے؟"

تو انہوں نے اس کا جواب یوں دیا کہ:

"حیض کے ایام میں ہونے والی پاکی یا خشکی کو حیض کا حصہ ہی سمجھا جائے گا اور اس پر پاکیزگی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔" لہٰذا ایسا خون دیکھنے کے بعد اسے حائضہ کی طرح ہی ممنوع امور کی ممانعت ہو گی۔

بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ اگر (ایسا ہی ہوتا رہے کہ) ایک دن خون آئے اور ایک دن صاف گذرے تو پندرہ دن تک خون کا دن ایام حیض میں اور صاف دن پاکیزگی میں شمار ہو گا۔[1] پندرہ دن کے بعد اسے استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا۔ امام احمد کا مسلک یہی ہے۔"

اور ایک سوال یہ کہ: اگر عورت اس معاملے میں شبے میں مبتلا ہو کہ اسے آنے والا خون حیض کا ہے یا استحاضہ کا' تو کس چیز کا اعتبار کرے؟" تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ: "بنیادی طور پر عورت کو حیض کا خون ہی آتا ہے۔ لہٰذا جب تک واضح یقین نہ ہو جائے کہ آنے والا خون استحاضہ کا ہے' اسے حیض کا خون ہی سمجھا جائے گا۔"

حیض کا خون بند ہونے کے بعد عورت کیا کرے؟

خون بند ہونے کے بعد عورت پر غسل لازم ہے' چنانچہ طہارت کی نیت سے اپنے پورے بدن پر پانی بہائے گی' کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي))

"جب تمہیں حیض آ جائے تو نماز ترک کر دو' اور جب بند ہو جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔"

[1] یعنی ایک روز کے احکام ایام حیض والے ہوں گے اور دوسرے دن کے طہارت والے۔

غسل کا طریقہ حدث (ناپاکی) دور کرنے کی یا نماز وغیرہ کے لئے طہارت (پاکی) حاصل کرنے کی نیت کرے' پھر بسم اللہ کہہ کر اپنے پورے جسم پر پانی بہائے' بالوں کی جڑوں کو بھی تر کرے' اگر بال کی چوٹیاں بندھی ہوئی ہوں تو ان کا کھولنا ضروری نہیں ہے' بس انہیں پانی سے تر کرلے گی' اگر پانی کے ساتھ بیری کی پتیاں' یا نظافت حاصل کرنے کی کوئی چیز استعمال کرلے تو بہتر ہے' غسل سے فراغت کے بعد شرم گاہ کے اندر خوشبو میں بھگوئی ہوئی روئی کا رکھنا مستحب ہے' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا تھا' جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

غسل میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟ عام طور پر لوگ جنابت اور حیض کے غسل کو مؤخر کر دیتے ہیں' اسی مسئلہ کے متعلق ایک سوال کہ:

"کیا غسل جنابت کو طلوع فجر تک مؤخر کرنا جائز ہے؟ اور کیا عورتیں حیض یا نفاس کا غسل طلوع فجر تک مؤخر کر سکتی ہیں؟"

کا جواب دیتے ہوئے الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فجر سے قبل پاکی کے آثار دیکھ لینے کی صورت میں عورت پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ البتہ غسل کو طلوع فجر کے بعد تک مؤخر کرنے میں کوئی شرعی عذر مانع نہیں۔ ہاں یہ تاخیر طلوع آفتاب تک نہیں ہونی چاہئے بلکہ غسل کر کے طلوع آفتاب سے قبل نماز ادا کر لینا واجب ہے۔ جنبی شخص کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اسے بھی طلوع آفتاب تک غسل مؤخر کرنا جائز نہیں۔ اسے چاہئے کہ غسل کر کے طلوع آفتاب سے قبل نماز فجر ادا کر لے۔ بالخصوص مردوں کو تو اس معاملے میں عورتوں کی نسبت جلدی کرنی چاہئے تاکہ وہ جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کر سکیں۔"

غسل کو طلوعِ فجر تک مؤخر کرنے کے متعلق اسی طرح کے ایک سوال کہ "اگر حائضہ یا نفاس والی عورت فجر سے پہلے پاک ہو جائے اور غسل فجر کے بعد کرے تو اس کا روزہ درست ہو گا یا نہیں؟"

اس سوال کا جواب الشیخ صالح العثیمین نے یوں دیا کہ:

"فجر سے قبل حیض سے پاک ہو جانے لیکن طلوع فجر کے بعد غسل کرنے کی صورت میں روزہ صحیح ہو گا کیونکہ اس وقت وہ ان افراد میں شامل ہو چکی ہے جن پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ نفاس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ یہ مسئلہ جنابت کے مسئلے سے مشابہ ہے۔ اگر حالت جنابت میں ہی کسی شخص کی فجر ہو جائے تو اس کا روزہ رکھنا صحیح ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾

"جب اللہ تعالیٰ نے طلوعِ فجر کے واضح ہو جانے تک مباشرت کی اجازت دی ہے تو اس سے یہ بات بھی لازمی ہے کہ غسل طلوعِ فجر کے بعد ہی ہو گا۔ یہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے بعد حالت جنابت میں ہی ہوتے کہ صبح ہو جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بھی رکھا ہوتا۔"

"یعنی طلوع فجر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے۔"

بعض روٹین کے مسائل طہارت

عورت کی منی سے پاکی

عورت مرد دونوں کی منی خشک اور گاڑھی ہو تو کھرچنے اور رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر تر ہو تو دھلنے سے ہی پاک ہو گا۔ مرد و زن دونوں کی منی پاک کرنے میں شرعاً کوئی تفریق نہیں ہے۔ البتہ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ عورت کی منی (فرک) کھرچنے سے پاک نہیں ہو گی اور مرد کی کھرچنے سے پاک ہو جائے گی۔ اس کی علت انہوں نے یہ بتائی ہے کہ مرد کی منی گاڑھی ہوتی ہے' اس میں رگڑنے سے تخفیف آئے گی اور عورت کی منی پتلی اور رقیق ہوتی ہے' اس میں فرک کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فقہاء کی اس رائے کی تائید صحیح احادیث

سے نہیں ہوتی۔

بنا بریں مرد و عورت دونوں کی منی کو پاک کرنے کا طریقہ ایک ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں رسول کریم ﷺ کے کپڑے سے خشک منی کو کھرچ ڈالتی تھی اور آپ ﷺ اس میں نماز ادا کرتے تھے اور تر منی کو دھو ڈالتی تھی اور رسول اللہ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور دھونے کا نشان کپڑے پر نظر آ رہا ہوتا تھا۔" (متفق علیہ)

زیر ناف کی صفائی

عورت زیر ناف بالوں کی صفائی کرے۔ اس کے لیے استرہ' بلیڈ' بال صفا صابن' کریم اور اسپرے وغیرہ مطلقاً استعمال کر سکتی ہے لیکن بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ زیر ناف کا بال اکھاڑے اور مرد استرہ وغیرہ استعمال کرے۔ لیکن یہ تفریق صحیح نہیں ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "جب رات کو اپنے شہر میں آؤ تو اپنی بیوی کے پاس بغیر اطلاع کے نہ آؤ' یہاں تک کہ بیوی استرہ یا آہن کا استعمال کر کے زیر ناف کی صفائی کر لے اور اپنے بالوں میں کنگھی کر لے۔" (متفق علیہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بالوں کی صفائی کے سلسلے میں مرد و زن کا حکم یکساں ہے لہٰذا مرد عورت دونوں کو چاہیئے کہ زیر ناف' مونچھ اور بغل کے بالوں کو چالیس روز کے اندر اندر جتنی جلد ممکن ہو صاف کر لیا کریں اور ناخن کاٹ لیا کریں۔ اس سے زائد مدت نہ گزرنے دیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اللہ کے رسول ﷺ نے مونچھ ترشوانے' ناخن کاٹنے' بغلی بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کی آخری مدت چالیس روز متعین کی ہے' اس سے متجاوز نہ ہو۔" (مسند احمد و سنن ابی داؤد)

اس شرعی حکم پر عمل کرنے سے نفس کو راحت اور طبیعت کو بشاشت ملتی ہے اور غیر ضروری بالوں کے جسم میں باقی رہنے سے گندگی میں اضافہ ہوتا ہے اور جراثیم کی آمد کا سبب اور متعدد بیماریوں کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔

عورت کا عام جگہوں پر غسل کرنا

مرد کہیں بھی غسل کر سکتا ہے لیکن عورت چونکہ بذات خود پردہ ہے لہٰذا اس کا عام غسل خانوں، ساحلوں اور تالاب وغیرہ کے گھاٹ پر، ندی، نالوں و کنویں پر اور ان تمام جگہوں پر جہاں لوگوں کی نگاہ پڑنے کا اندیشہ ہے وہاں غسل کرنا حرام ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں بلا ازار داخل نہ ہو، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو غیر کے حمام میں بغیر عذر داخل نہ کرے، اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چلتا ہو۔" (سنن ترمذی، سنن نسائی)

صاحب حیثیت مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے لیے گھر ہی میں غسل خانہ اور بیت الخلاء (لیٹرین) کا انتظام کرے، تاکہ عورتوں کو اپنی ضروریات باہر پوری کرنے کی قطعاً ضرورت نہ پڑے۔ کیونکہ گھر میں بیت الخلاء نہ ہونے پر اور پیشاب و پاخانے کی ضرورت بروقت پوری نہ کرپانے پر عورت طبعی، شرعی اور اخلاقی بیماریوں اور خرابیوں کا شکار ہو جاتی ہے اور عام جگہوں پر عورت کے غسل کرنے سے بھی بہت سے اخلاقی امراض و نازیبا واقعات جنم لیتے ہیں۔

عورت کا غسل میں چوٹی کھولنا

عورت و مرد کا غسل شرعاً ایک جیسا ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ عورت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ بحالت غسل اپنی چوٹیاں کھولے بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، نیز حیض و نفاس والی عورت کو چاہیئے کہ خون حیض و نفاس کے اثر کو ختم کرنے کے لیے غسل کے بعد خوشبو دار چیز استعمال کرے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے سر کی چوٹی بہت سخت باندھتی ہوں، تو کیا میں غسل جنابت کے لیے کھولوں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! بلکہ یہی کافی ہے کہ تین

دفعہ پانی لے کر پورے جسم کو پہنچادو تو پاک ہو جاؤ گی۔" (صحیح مسلم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو غسل کی کیفیت بتاتے ہوئے فرمایا کہ "غسل کے بعد خوشبو کا پھایا استعمال کرو۔" (بخاری)

سیدہ عمرہ بنت حیان بیان کرتی ہیں کہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو اگر ہو سکے تو قسط (عود ہندی) کی دھونی استعمال کرے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو آس (ریحان) کی اور اگر یہ بھی دستیاب نہ ہو تو کچھ گٹھلی کی اور اگر یہ بھی نہ ملے تو نمک کا استعمال کرے۔" (سنن دارمی)

چنانچہ خوشبو اور دیگر مذکورہ چیزوں کے استعمال سے اس جگہ کی گندگی صاف ہو جائے گی۔ بعض عورتیں سرے سے جوڑے ہی نہیں بناتیں' ایسی عورتوں کا تمام بالوں اور اس کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ بعض عورتیں غسل میں سر دھونا فرض نہیں سمجھتیں صرف کندھے پر پانی ڈال لیتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ پاک ہو گئیں' حالانکہ یہ جہالت ہے ایسی عورتیں جو غسل حیض اور جنابت میں سر نہیں دھوتیں ان کا غسل نہیں ہوتا' وہ ناپاک ہی رہتی ہیں۔ ایسی حالت میں ان کا قرآن کریم چھونا' نماز پڑھنا' طواف کعبہ اور وہ تمام کام جن میں طہارت شرط قرار دی گئی ہے' ان کا کرنا حرام ہے۔

اہم تنبیہ حیض یا نفاس والی عورت کا خون اگر سورج غروب ہونے سے پہلے بند ہو جائے اور عورت حیض یا نفاس سے پاک ہو جائے تو اس دن کی ظہر اور عصر دونوں نمازوں کا ادا کرنا اس پر لازم ہو گا' اور طلوع فجر سے پہلے طہارت حاصل کرتی ہے تو اس رات کی مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کا ادا کرنا ضروری ہو گا' کیونکہ حالت عذر میں دوسری نماز کا وقت پہلی نماز کے وقت کو بھی شامل ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی (۲۲/۴۳۴) میں لکھتے ہیں:

"اسی وجہ سے جمہور علماء جیسے امام مالک امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ حائضہ عورت اگر دن کے آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو ظہر اور عصر دونوں نمازیں ادا کرے گی' اور اگر رات کے آخری حصہ میں پاک

ہوتی ہے تو مغرب و عشاء دونوں نمازیں ادا کرے گی' یہی قول سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف' سیدنا ابوہریرہ' اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے' اس لئے کہ حالت عذر میں وقت دو نمازوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے' لہٰذا اگر دن کے آخری حصہ میں پاک ہوتی ہے تو ظہر کا وقت ابھی باقی ہے' چنانچہ عصر کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز ادا کرے گی' اور اگر رات کے آخری حصے میں پاک ہوتی ہے تو حالت عذر میں مغرب کا وقت باقی ہے' چنانچہ عشاء کی نماز سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرے گی"

اگر کسی نماز کا وقت داخل ہو گیا اور اس نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی عورت کو حیض یا نفاس کا خون آ گیا تو راجح قول کے مطابق اس نماز کی قضاء اس پر لازم نہیں ہے' جس کے اول وقت کو اس نے پا لیا تھا' اور اس نماز کو ادا کرنے سے پہلے ہی وہ حیض یا نفاس میں مبتلا ہو گئی تھی' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے کے متعلق لکھتے ہیں:

"دلائل کے اعتبار سے سب سے راجح امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب ہے' یعنی عورت پر کچھ بھی لازم نہیں ہے' کیونکہ قضاء کا وجوب ایک نئے حکم سے ثابت ہو گا' اور یہاں پر کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو عورت پر قضاء کو لازم قرار دیتا ہو' اور اس عورت نے جائز حد تک تاخیر کی ہے' لہٰذا (اس تاخیر کی بناء پر) اس عورت کو سستی اور تساہلی سے نہیں متصف کیا جائے گا' سونے اور بھول جانے والا بھی اگرچہ سست اور متساہل نہیں قرار دیا جائے گا لیکن یاد آ جانے یا بیدار ہو جانے کے بعد جس نماز کو وہ ادا کرے گا اس کی وہ نماز قضا نہیں شمار کی جائے گی' بلکہ اس کے حق میں نماز کا وقت یہی ہے" مجموع الفتاوی (۲۳/۳۳۵)

۲۔ استحاضہ اور اس کے مسائل

استحاضہ مقررہ وقت کے علاوہ دیگر ایام میں عاذل نامی رگ سے خون کا بکثرت خارج

ہونا استحاضہ کہلاتا ہے' استحاضہ میں مبتلا عورت کا معاملہ قدرے پیچیدہ ہے' کیونکہ حیض اور استحاضہ کے خون میں بڑی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔

اگر عورت سے بالاستمرار یا بیشتر اوقات میں خون خارج ہوتا ہے تو کس خون کو وہ حیض شمار کرے گی اور کس کو استحاضہ مان کر نماز روزہ ترک نہیں کرے گی؟..... اس لئے کہ استحاضہ والی عورت کو طاہرہ (پاک) عورت کا حکم حاصل ہے' اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ جاننا ہو گا کہ مستحاضہ (جس کو استحاضہ آتا ہے) کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

عورت کی پہلی حالت استحاضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے عورت اپنی ماہواری کے ایام سے اچھی طرح واقف تھی بایں طور کہ استحاضہ سے پہلے مہینہ کے شروع یا درمیان میں پانچ دن یا آٹھ دن علی سبیل المثال اس کو حیض آتا تھا' چنانچہ اس کو اپنے ایام حیض کی تعداد اور وقت دونوں معلوم تھے' اس طرح کی عورت اپنی عادت کے مطابق (انہی ایام اور اوقات میں) اپنے آپ کو حائضہ تصور کرے گی (انہی ایام اور اوقات میں) نماز روزہ ترک کر دے گی' اس پر حیض کے تمام احکامات عائد ہوں گے' ان ایام کو مکمل کرنے کے بعد غسل کرے گی اور غسل کر کے نماز شروع کر دے گی' باقی (آنے والا) خون استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((اُمكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغتَسِلِي وَ صَلِّي))

"اتنے دن تم ٹھہری رہو' جتنے دن تم کو تمہارا حیض روکے رکھتا تھا' پھر غسل کر کے نماز ادا کرو۔" (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ))
(متفق علیہ)

"یہ ایک رگ ہے حیض نہیں ہے' جب تمہارا حیض آ جائے تو نماز چھوڑ دو۔"

دوسری حالت اگر عورت کو اپنے حیض (ماہواری) کے ایام معلوم نہ ہوں لیکن اس

کے خون امتیازی اوصاف کے حامل ہوتے ہوں' بعض خون میں حیض کے اوصاف پائے جاتے ہوں' بایں طور کہ سیاہ رنگ کا یا گاڑھا یا بدبودار ہو' اور بقیہ خون میں حیض کے اوصاف نہ پائے جاتے ہوں' بایں طور کہ سرخ رنگ کا ہو' یا بدبودار اور گاڑھا نہ ہو' اسی طرح کی صورت حال میں جس خون کے اندر حیض کی صفت پائی جائے گی اسے حیض شمار کیا جائے گا' لہٰذا عورت اس مدت میں اپنے آپ کو حائضہ تصور کر کے نماز روزہ ترک کر دے گی' اس کے علاوہ باقی خون کو استحاضہ کا خون شمار کیا جائے گا' جس خون میں حیض کی صفت پائی جائے گی اس کے بند ہونے پر غسل طہارت کر کے عورت نماز روزہ شروع کر دے گی' اور اپنے آپ کو پاک و صاف تصور کرے گی' رسول اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((إِذَا كَانَ الْحَيْضُ فَإِنَّهُ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّأِى وَصَلِّي))

"اگر حیض کا خون ہو گا تو وہ سیاہ معروف ہو گا' لہٰذا تم اس خون میں نماز سے رک جاؤ' اور اگر اس کے برعکس دوسری طرح کا ہو تو تم وضوء کر کے نماز پڑھو۔"

(اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت خون کے اوصاف کا اعتبار کر کے حیض و عدم حیض کے درمیان تفریق کرے گی۔)

عورت کی تیسری حالت یہ ہے کہ عورت کو اپنی ماہواری کے ایام کا پتہ ہی نہ ہو یعنی پہلے سے اس کی کوئی عادت ہی نہ ہو' اور خون میں بھی کوئی ایسا وصف نہ پایا جاتا ہو جس کے ذریعے حیض اور عدم حیض کے درمیان تفریق کر سکتی ہو' تو وہ حیض کی اکثر مدت ہر مہینہ میں چھ یا سات دن حیض کا شمار کرے گی' کیونکہ یہی بیشتر عورتوں کی عادت ہوتی ہے' آپ ﷺ نے سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا هِيَ رِكْضَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ فَتَحِيضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَو سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ

اغْتَسِلِي فَإِذَا اسْتَنقَأْتِ فَصَلِّيْ أَرْبَعَةً وَ عِشْرِيْنَ أَوْ ثَلاثَةً وَ عِشْرِيْنَ وَ صُومِي وَ صَلِّيْ فَإِنَّ ذٰلِكِ يُجْزِئُكِ وَ كَذٰلِكِ فَافْعَلِي كَمَا تَحِيْضُ النِّسَاءُ))

"یہ شیطان کی جانب سے ایک دھکا ہوتا ہے لہٰذا چھ دن یا سات دن حیض کا ہے' تو ۲۴ یا ۲۳ دن نماز پڑھو' روزہ رکھو اور نوافل پڑھو (یعنی اپنے آپ کو پاک تصور کرو) بلاشبہ یہی تمہارے لئے کافی ہے' ایسے ہی (ہر ماہ) تم کرو جس طرح عام عورتیں حیض میں ہوتی ہیں۔" (اس حدیث کو ائمہ خمسہ یعنی امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے روایت کیا ہے' اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے)

سابقہ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ صاحب عادت عورت اپنے معاملہ کو اپنی عادت پر محمول کرے گی (یعنی اپنی سابقہ عادت کے ذریعہ حیض و عدم حیض میں تفریق کرے گی) صاحب تمیز عورت حیض و استحاضہ کے خون میں تفریق و تمیز پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرے گی' اور ایسی عورت جو نہ تو صاحب عادت ہو اور نہ صاحب تمیز ہو وہ چھ یا سات دن (ہر مہینہ میں) حیض شمار کرے گی۔ اس طرح مستحاضہ عورت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے وارد تینوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"استحاضہ کی جو علامات بیان کی جاتی ہیں وہ چھ ہیں: (۱) یا تو عادت ہو گی' اور یہی قوی ترین علامت ہے کیونکہ اصلاً حیض کا پایا جانا ہے نہ کہ کسی دوسری چیز کا' (۲) یا تمیز ہو گی کیونکہ سیاہ گاڑھے بدبودار خون کا حیض ہونا زیادہ اقرب ہے بہ نسبت سرخ خون کے' (۳) یا عورتوں کی جو عموماً عادت ہوتی ہے اس کا اعتبار ہو گا کیونکہ اصل یہ ہے کہ کسی تنہا فرد کو اکثریت واغلبیت کے ساتھ شامل کیا جائے۔ یہ تینوں علامات ایسی ہیں جن کا احادیث اور قیاس و تجربہ سے پتہ چلتا ہے۔"

اس کے بعد موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے باقی تین علامتوں کو بیان کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں صحیح ترین قول یہی ہے کہ انہی علامتوں کا اعتبار کیا جائے جو

احادیث میں وارد ہوئی ہیں ' ان کے علاوہ دیگر علامتوں کو لغو قرار دے دیا جائے گا۔"

مستحاضہ کو طاہر ماننے کی صورت میں کیا کرنا ہو گا؟

① سابقہ تفصیلات کے مطابق اعتبار کئے گئے حیض کے خاتمہ پر عورت پر غسل (طہارت) واجب ہو گا۔

② خارج ہونے والے خون کی صفائی کے لئے ہر نماز کے وقت اپنی شرمگاہ کو دھوئے گی اور اس جگہ روئی وغیرہ رکھ کر بہنے والے کو خون روکے گی ' اور روئی کو گرنے سے بچانے کے لئے کوئی چیز (لنگوٹ وغیرہ باندھ لے گی ' پھر نماز کے وقت وضوء کرے گی کیونکہ مستحاضہ عورت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ إِقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ))

"حیض کے ایام میں نماز ترک کر دے گی ' پھر غسل (طہارت) کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضوء کرے گی۔"

(اس حدیث کو ابوداؤد ' ابن ماجہ اور ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)

مزید آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

((أَنعَتُ لَكِ الكُرْسُفَ تَحشِينَ بِهِ الْمَكَانَ))

"کرسف رکھنے کا طریقہ تم کو بتاتا ہوں ' اس کے ذریعے اس جگہ کو بھر دو۔"

کرسف: روئی کو کہتے ہیں ' اور آج کے زمانے میں پائے جانے والے طبی کیئر فری (CAR FREE) کا استعمال بھی ممکن ہے۔

۳۔ نفاس اور اس کے مسائل

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو رحم مادر سے ولادت کے وقت اور ولادت کے بعد خارج ہوتا ہے ' درحقیقت وہ حمل کے وقت رحم میں رکے ہوئے خون کا بچا ہوا

حصہ ہوتا ہے' ولادت کے بعد آہستہ آہستہ یہ بچا ہوا خون خارج ہوتا ہے' ولادت سے پہلے جو خون آثار ولادت کے ساتھ دکھلائی دیتا ہے وہ نفاس ہی کا خون ہوتا ہے۔ فقہائے کرام نے ولادت سے پہلے دو یا تین دن کی قید لگائی ہے' عموماً نفاس کی ابتداء ولادت کے ساتھ ہوتی ہے' اور (ولادت کے سلسلے میں) اسی ولادت کا اعتبار ہو گا جس میں انسان کی تخلیق نمایاں ہو جاتی ہے' اقل مدت جس میں انسان کی تخلیق واضح ہو جاتی ہے ۸۱ دن اور اکثر مدت تین مہینے ہے۔ اگر اس مدت سے پہلے کوئی چیز عورت سے ساقط ہوتی ہے اور اس کے ساتھ خون بھی آ جاتا ہے تو اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی' اس خون کی وجہ سے وہ نماز روزہ ترک نہیں کرے گی' کیونکہ یہ فاسد خون ہے۔ لہٰذا اس عورت کا حکم وہی ہو گا جو ایک مستحاضہ عورت کا ہوتا ہے۔

عموماً نفاس کی اکثر مدت ابتداء ولادت یا اس سے دو یا تین دن پہلے (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) سے چالیس دن ہے' دلیل سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' فرماتی ہیں:

((كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا))

"نفاس والی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چالیس دن (نفاس میں) بیٹھا کرتی تھیں۔"

امام ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ کے بیان کے مطابق اس پر اہل علم کا اجماع ہے' اگر چالیس دن سے پہلے عورت پاک ہو جائے بایں طور کہ خون کا آنا بند ہو جائے تو وہ غسل (طہارت) کر کے نماز شروع کر دے گی' اس کے اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے' کیونکہ اس سلسلے میں کوئی حد وارد نہیں ہوئی ہے' اور اگر چالیس دن مکمل ہو جائیں اور خون کا آنا بند نہ ہو' تو اگر یہ اس کے حیض کی سابقہ عادت کے موافق ہو تو اسے حیض مانا جائے گا' اور اگر حیض کی سابقہ عادت کے مطابق نہ ہو اور خون کا سلسلہ برابر جاری ہو' تو اسے استحاضہ کا خون تصور کیا جائے گا۔ اس خون کی وجہ سے چالیس دن کے بعد عبادت ترک نہیں کرے گی' اگر چالیس دن سے بڑھ جائے اور خون کا سلسلہ برابر جاری بھی نہ ہو اور

حیض کی سابقہ عادت کے مطابق بھی نہ ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

نفاس کے احکام نفاس کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں' ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے:

۱. نفاس والی عورت سے وطی (جماع) حرام ہے جس طرح حائضہ سے حرام ہے' وطی کے علاوہ ہر طرح سے استمتاع (لطف اندوز ہونا) مباح ہے۔
۲. نفاس والی عورت کا حائضہ کی طرح نماز پڑھنا' روزہ رکھنا اور خانہ کعبہ کا طوف کرنا حرام ہے۔
۳. قرآن کریم کا چھونا یا پڑھنا حرام ہے' اگر بھول جانے کا خدشہ لاحق ہو تو حائضہ کی طرح مصحف کو چھوئے بغیر قرآن کریم پڑھ سکتی ہے۔
۴. نفاس کی وجہ سے چھوٹے ہوئے فرض روزوں کی قضاء حائضہ کی طرح نفاس والی عورت پر بھی واجب ہے۔
۵. نفاس کے خاتمہ پر غسل (طہارت) واجب ہے جس طرح حائضہ پر حیض کے بعد غسل (طہارت) واجب ہے۔

دلائل سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "نفاس والی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چالیس دن بیٹھا کرتی تھی۔" (مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

شیخ مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ (منتقی (۱/۱۸۴) میں لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں: حدیث کے معنی ہیں نفاس والی عورت کو چالیس (دن) رات تک بیٹھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ یہ معنی اس لئے ہے کہ حدیث جھوٹی نہ ہو' کیونکہ کسی بھی ایک زمانہ کی عورتوں کا نفاس یا حیض میں متفق ہونا ناممکن ہے۔"

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی چالیس (دن) رات تک نفاس میں بیٹھتی تھیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نفاس کی (چھوٹی ہوئی) نمازوں کی قضاء کا انہیں حکم نہیں دیتے تھے۔" (ابوداؤد)

فائدہ نفاس کا خون اگر چالیس دن سے پہلے بند ہو جاتا ہے اور عورت (طہارت کا) غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دیتی ہے اس کے بعد چالیس دن سے پہلے دوبارہ خون آ جاتا ہے تو صحیح مسلک یہ ہے کہ اسے نفاس ہی کا خون سمجھا جائے گا' درمیان میں حاصل ہونے والے طہر (پاکی کے ایام) میں اس نے جو روزے رکھے تھے وہ صحیح ہوں گے ان کی قضاء کی ضرورت نہیں ہو گی۔ [1]

فائدہ دوم شیخ عبدالرحمٰن ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سابقہ تمام تفصیلات سے واضح ہوا کہ نفاس کے خون کی علت ولادت ہے' استحاضہ کا خون بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک عارضی اور وقتی خون ہے' اور حیض کا خون یہی اصلی خون ہے' واللہ اعلم" (ملاحظہ ہو: کتاب ارشاد اولی الابصار والالباب ص ۲۴)

مانع حیض دواؤں کا استعمال

مانع حیض دواؤں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ صحت کے لئے مضر نہ ہو' دوا استعمال کرنے کے بعد اگر حیض نہیں آتا تو عورت نماز پڑھے گی' روزہ رکھے گی' طواف بھی کرے گی' اس کے تمام اعمال عبادات اسی طرح صحیح اور درست ہوں گے جس طرح ایک پاک و طاہر عورت کے صحیح اور درست ہوتے ہیں۔

---

[1] مجموع فتاویٰ میں الشیخ محمد بن ابراہیم کی عبارت یوں ہے "وَتَقْضِي الصَّوْمَ دُوْنَ الصَّلَاةِ" (یعنی روزے کی قضاء کرے گی نہ کہ نماز کی) یہ مجمل کلام ہے' قضاء کئے جانے والے روزہ کی وضاحت اس میں نہیں ہے' آیا وہ روزہ مراد ہے جو اس نے درمیانی طہر میں رکھے تھے یا وہ روزہ ہے جو اس نے دوبارہ خون آ جانے کے بعد ترک کیا تھا۔ اور شاید یہی روزہ مقصود ہے۔

ملاحظہ ہو مجموع فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم (۱۰۲/۲) فتاوی الشیخ عبدالعزیز بن باز مطبوع در مجلہ الدعوۃ (۴۴/۱)حاشیتہ ابن قاسم علی شرح الزاد (۴۰۵/۱) الدماء الطبیعیۃ۔ للنساء (عورتوں کے طبعی خون) مولفہ محمد بن صالح العثیمین (ص۵۵۔۵۶) الفتاوی السعدیتہ (ص ۱۳۷)

اسقاط حمل کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے رحم میں جو حمل قرار پاتا ہے شرعی نقطہ نظر سے ایک مسلمان عورت اس کی امین اور محافظ ہوتی ہے' لہٰذا اسے چھپانے کی ضرورت نہیں ہے' اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلاَ یَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ یَکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی أَرْحَامِهِنَّ إِن کُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۲۸)

"انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہے اسے وہ چھپائیں اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔"

کسی بھی طریقہ اور وسیلہ سے اسے ساقط کرنے یا اس سے نجات حاصل کرنے کی خاطر بہانہ بازی سے کام نہ لے' اگر حالت حمل میں روزہ اس کے لئے باعث مشقت یا مضر ثابت ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں اسے افطار کی رخصت اور اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ موجودہ دور میں اسقاط حمل کا جو رواج چل پڑا ہے دراصل یہ ایک حرام کام ہے' اگر حمل میں روح پڑ گئی ہے اور اسقاط کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی تو یہ ایک ایسے نفس کے قتل کے مترادف ہے جس کے ناحق قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' اس پر فوجداری قانون کے مطابق احکامات لاگو ہوں گے' مقدار دیت (خون بہا) کی تفصیلات کی روشنی میں اس پر دیت واجب ہو گی' بعض ائمہ کے قول کے مطابق کفارہ بھی واجب ہو گا' یعنی ایک مؤمن گردن (غلام) آزاد کرے' اگر مؤمن گردن نہ پائے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔

بعض اہل علم نے اس عمل کو موؤدۃ صغری (چھوٹے پیمانہ پر زندہ درگور کرنا) مانا ہے' شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے مجموع فتاوی (۱۱/۱۵۱) میں لکھتے ہیں:

"جب تک حمل کی موت متحقق نہ ہو جائے اس کو ساقط کرانا جائز نہیں ہے' ہاں اگر موت متحقق ہو گئی ہو تو جائز ہے"

سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ نے اپنے اجلاس نمبر۱۴۰ بتاریخ ۱۴۰۷/۶/۲۰ھ میں مندرجہ ذیل قرار داد پاس کی ہے:

۱ کسی بھی مرحلہ میں اسقاط حمل جائز نہیں ہے البتہ شرعی وجہ جواز پائے جانے کی صورت میں۔ وہ بھی نہایت محدود دائرہ میں حمل کا اسقاط جائز ہے۔

۲ اگر حمل ابتدائی مرحلے میں ہو یعنی چالیس دن کے اندر ہو اور اس مدت میں اسقاط کا سبب اولاد کی تعلیم و تربیت کی پریشانی اور مشقت کا خوف ہو' یا ان کے معاش اور تعلیم و تربیت کے اخراجات سے عجزو تہی دامنی کا خوف یا ان کے مستقبل کے خراب ہونے کا خدشہ ہو' یا زوجین اپنے موجودہ بال بچوں پر اکتفا کرنا چاہتے ہوں تو ان تمام صورتوں میں اسقاط حمل جائز نہیں ہے۔

۳ اگر حمل خون کا یا گوشت کا لوتھڑا ہو اس صورت میں بھی اسقاط حمل جائز نہیں ہے' البتہ کوئی قابل اعتماد طبی کمیٹی یہ فیصلہ کر دے کہ حمل کا برقرار رہنا ماں کی سلامتی کے لئے خطرہ بن سکتا ہے بایں طور کہ حمل کے باقی رہنے میں اس کی موت کا اندیشہ ہو تو خطرہ کے ازالہ کے لئے تمام وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانے (اور اس میں ناکامی) کے بعد اسقاط حمل جائز ہے۔

۴ تیسرے مرحلے کے بعد یعنی چار مہینے مکمل ہو جانے کے بعد حمل کا اسقاط بالکل حرام ہے' البتہ قابل اعتماد اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی ٹیم یہ فیصلہ دے دے کہ جنین کا ماں کے پیٹ میں برقرار رہنا اس کی موت کا سبب بن سکتا ہے' تو اس کی زندگی کو بچانے کے لئے تمام وسائل و ذرائع اختیار کرنے کے بعد (ناکامی کی صورت میں) اسقاط حمل جائز ہے۔ مذکورہ شرائط کے ساتھ اسقاط حمل کے اقدام کی جو اجازت دی گئی ہے وہ محض دو ضرر میں سے بڑے ضرر کو دور کرنے' اور دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ اجلاس مذکورہ قرار داد کو پاس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا تقوی اور اس معاملہ میں کافی احتیاط اور تثبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے' اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

کتاب الدماء الطبیعیته للنساء .... (عورتوں کے طبعی خون) مولفہ شیخ محمد ابن

العثیمین میں مذکور ہے:

"اسقاط حمل سے اگر حمل کو ضائع کرنا مقصود ہے تو یہ عمل روح پھونک دیئے جانے کے بعد بلاشک و شبہ حرام ہے' کیونکہ یہ ایک حرام کردہ نفس کا ناحق قتل ہے جو کتاب و سنت اور اجماع سے حرام ہے۔" (ص ۶۰)

امام ابن الجوزی اپنی کتاب "احکام النساء" (ص ۱۰۸۔۱۰۹) میں لکھتے ہیں:

"جب نکاح کا مقصد طلب اولاد ہے اور ہر نطفہ سے اولاد کا ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا حمل قرار پانے کے بعد مقصد حاصل ہو جاتا ہے' اس لئے قصداً حمل کا اسقاط مطلوبہ حکمت کی مخالفت ہے' ہاں اگر حمل ابتدائی مرحلے میں ہو تو روح ڈالے جانے سے پہلے اس کا اسقاط گناہ کبیرہ ہے کیونکہ وہ بھی آہستہ آہستہ بتدریج کمال و تمام کی جانب بڑھ رہا تھا' البتہ اس صورت میں بنسبت جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل سے کم گناہ ہے' کیونکہ جان پڑ جانے کے بعد بالقصد اسقاط حمل ایک مؤمن کی جان لینے کی مانند ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾ (التکویر: ۸۱/ ۸'۹)

"اور جب زندہ گاڑی ہوئی بچی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی۔"

لہٰذا ایک مسلمان عورت کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے اور کسی بھی مقصد کے پیش نظر اس جرم کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے' اور اس طرح کے گمراہ کن پروپیگنڈوں اور ناروا رسم و رواج سے جن کی بنیاد نہ تو عقل پر ہے اور نہ دین پر' فریب نہیں کھانا چاہیئے۔



فصل چہارم

لباس اور پردے کے مسائل

عورت کے ستر کی حدود آزاد عورت کا پورا بدن سوائے چہرہ' ہتھیلی کے پردہ ہے اور مسلم عورت کا دوسری مسلم عورت سے پردہ کے وہی حدود ہیں جو ایک مرد کے دوسرے مرد سے ہیں یعنی ناف و گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھانپنا ضروری ہے۔ دوسرے حصوں کا نہیں۔ ہاں غیر مسلم عورت سے مسلم عورت کا پردہ ہتھیلی و چہرہ کے علاوہ تمام جسم کا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کی بہن اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس حال میں آئیں کہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔" (سنن ابی داؤد)

البتہ جنگ کے ایام و اوقات اور دیگر ہنگامی حالات میں ستر عورت کے حکم میں نرمی کی گئی ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت احد کی لڑائی ہوئی اور مسلمان شکست کھا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے۔ اس دن میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے جلدی جلدی پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لاتیں اور مسلمانوں کو پلا کر لوٹ جاتیں پھر مشکیں بھر کر لاتیں اور پلاتیں' ہمیں ان کے پاؤں کی پازیبیں نظر آتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

الف۔ مسلم خاتون کا شرعی لباس اور اس کے اوصاف:

(۱) ایک مسلمان عورت کے لباس کا کامل ہونا ضروری ہے جو نامحرم مردوں سے اس کے پورے جسم کو مکمل پردے میں چھپا کر رکھے' اور محرم لوگوں کے سامنے جسم کے صرف انہیں حصوں کو ظاہر کر سکتی ہے جن کے ظاہر کرنے کا عموماً رواج پایا جاتا ہے' یعنی وہ ان کے سامنے صرف اپنے چہرے' اپنی دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کو ظاہر کر سکتی ہے۔

(۲) لباس کا اس طرح ساتر ہونا ضروری ہے کہ جسم نظر نہ آئے' ایسا باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے سے عورت کی جلد کا رنگ ظاہر ہو۔

(۳) ایسا تنگ اور چست نہ ہو کہ اس کے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو' چنانچہ صحیح مسلم میں رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَم أَرَهُمَا : نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلاتٌ مُمِيْلاَتٌ رُؤُوسُهُنَّ مِثْلُ أَسْنِمَةِ الْبُخْتِ لاَيَد خُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيْحَهَا' وَرِجَالٌ مَعْهُم سَيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا عِبَادَاللّٰهِ))

"جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے' ایک قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی' مٹک مٹک کر اور اپنے مونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلنے والی ہوں گی' ان کے سر اونٹ کے کوہان کی مانند ہوں گے' وہ جنت میں نہ تو داخل ہو پائیں گی' اور نہ ہی انہیں جنت کی خوشبو ملے گی۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ اللہ کے بندوں کو ماریں گے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک (کاسیات عاریات) کی ایک تفسیر یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ غیر ساتر لباس پہنے ہوں گی' (بظاہر) وہ لباس پہنے ہوں گی لیکن حقیقتاً ننگی ہوں' مثال کے طور پر وہ خواتین جو ایسا باریک لباس استعمال کرتی ہیں جس سے ان کی جلد جھلکتی ہے' یا ایسا تنگ لباس پہنتی ہیں جو ان کے جسم

کی ساخت اور جوڑ جوڑ یعنی پچھلے حصہ' بازوؤں وغیرہ کو ظاہر کرتا ہے' حالانکہ عورت کا لباس ایسا موٹا اور کشادہ ہونا چاہیئے جو اس کے لئے (مکمل طور پر) ساتر (اسے چھپانے والا) ہو' اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو اور نہ اس کے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو۔"...... (مجموع الفتاوی ۱۴۶/۲۲)

(۴) لباس میں مردوں سے مشابہت نہ اختیار کرے' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی اور ان کے طور طریقے کو اپنانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے' لباس میں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے کی شکل یہ ہے کہ خواتین ایسے لباس اور کپڑے استعمال کریں اور پہنیں جو ہر معاشرہ کے اپنے عرف میں نوعیت اور صفات میں مردوں کے لئے مخصوص ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مردوزن کے لباس میں فرق کا انحصار اس امر پر ہے کہ کون سا لباس مردوں کے لئے درست ہو سکتا ہے اور کس قسم کا لباس عورتوں کے حق میں مناسب ہو سکتا ہے' لہٰذا مرد جس چیز کے مامور ہیں اس کے مناسب لباس مردوں کا ہو گا' اور خواتین جس چیز کی مامور ہیں اس کے مطابق لباس عورتوں کا ہو گا' خواتین پردہ نشینی اور پوشیدگی میں رہنے کی مامور ہیں' نہ کہ بے پردگی اور کھلے طور پر رہنے کی مامور ہیں' یہی وجہ ہے کہ اذان' تلبیہ میں آواز بلند کرنا' صفا و مروہ پر چڑھنا اور حالت احرام میں مردوں کی طرح کپڑوں سے مجرد ہونا عورتوں کے لئے مشروع نہیں ہے۔"

(حالت احرام میں) مردوں کو سر کھلا رکھنے اور معتاد لباس نہ پہننے کا حکم دیا گیا ہے' معتاد لباس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کپڑے جو انسانی جسم اعضاء کی ساخت کے مطابق سلے گئے ہوں' لہٰذا مرد نہ تو قمیض پہن سکتے ہیں اور نہ پائجامہ اور نہ ہی برنس (ایسا لباس جس میں سر کو ڈھانکنے کے لئے ٹوپی بھی لگی ہوئی ہو) اور نہ ہی موزے"...... (مجموع الفتاوی ۱۴۸/۲۲۔۱۴۹۔۱۵۵)

مزید لکھتے ہیں:

"لیکن عورت کو کسی لباس سے منع نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اسے پردہ اور حجاب کا پابند بنایا گیا ہے لہٰذا اس کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں مشروع کی گئی ہے جو حجاب اور پردہ کے مخالف ہو ہاں نقاب لگانے اور دستانہ پہننے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایسا لباس ہے جو عضو کی ساخت کے مطابق بنایا گیا ہے اور عورت کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

اس کے بعد یہ ذکر کرتے ہوئے کہ محرم عورت اپنے چہرہ کو مردوں سے نقاب کے علاوہ کسی دوسری چیز سے چھپائے رکھے گی اخیر میں لکھتے ہیں:

"جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مردوں اور عورتوں کے لباس میں فرق ضروری ہے جس کے ذریعہ مرد و زن میں تمیز کی جاسکے اور یہ کہ عورتوں کے لباس میں اتنا حجاب اور پردہ ہو کہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے تو اس باب میں اصل بات بھی واضح ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ ایسا لباس جس کو غالبا مرد ہی پہنتے ہیں وہ عورت کے لئے ممنوع ہو گا"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"لباس میں بے پردگی اور مردوں سے مشابہت دونوں ہی جمع ہو جائیں تو دونوں اعتبار سے وہ لباس خواتین کے حق میں ممنوع ہو گا۔"

﴿۵﴾ لباس میں ایسی زیب و زینت نہ ہو کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت مردوں کی توجہ کا مرکز بن جائے اور اس کی وجہ سے اس کا شمارا اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زیب و زینت کا اظہار کرنے والی بے حیاء عورتوں میں نہ ہو۔

ب۔ حجاب (پردہ) حجاب کے معنی ہیں عورت نا محرم لوگوں سے اپنے پورے جسم کو پردے میں رکھے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ آبَائِهِنَّ اَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ

أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْإِخْوَانِهِنَّ ﴾ (النور: ۳۱/۲۴)

''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رہیں' اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے' یا اپنے والد کے' یا اپنے خسر کے' یا اپنے لڑکوں کے' یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے' یا اپنے بھائیوں کے۔''

پردہ کی اہمیت اور فرضیت کا علم اس ارشاد ربانی سے بھی ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ﴾

(الاحزاب: ۵۳/۳۳)

''جب تم نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔''

(اس آیت میں) حجاب سے مراد ایسی دیوار یا دروازہ یا لباس ہے جو عورت کو پردے میں رکھے' آیت اگرچہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مؤمنات کو عام ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی علت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۳/۳۳)

''تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے۔''

یہ ایک عالم علت ہے' لہٰذا علت کا عموم حکم کے عموم کی دلیل ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۹/۳۳)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۲۲/۱۱۰۔۱۱۱) میں رقمطراز ہیں:

"(آیت کریمہ میں وارد لفظ) "جلباب" کے معنی ہیں دوہری چادر جس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم رداء (چادر) اور عوام "ازار" کہتے ہیں۔ حقیقتاً جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سر سمیت عورت کے پورے بدن کو ڈھانپ لے۔ ابو عبیدہ وغیرہ کا بیان ہے کہ "اسے اپنے سر کے اوپر سے اس طرح ڈال لے گی کہ سوائے آنکھ کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو' اسی قبیل سے نقاب بھی ہے"

نامحرم لوگوں کے سامنے عورتوں کا اپنے چہرہ کو چھپانا بھی ضروری ہے' سنت سے اس کے وجوب پر متعدد دلائل ہیں جن میں سے ایک دلیل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی ہے' وہ فرماتی ہیں:

((كَانَ الرُّكْبَانِ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُحَرِمَاتٌ' فَإِذَا حَاذُوا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ)) (احمد' ابوداؤد' ابن ماجه)

"سواروں کا قافلہ ہم سے گزرتا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں' تو جب وہ ہمارے بالکل بالمقابل ہو جاتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے جلباب (چادر) کو اپنے سر سے اپنے چہرہ پر ڈال لیتی' اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتے تھے۔"

نامحرم لوگوں کے سامنے چہرہ چھپانے کے وجوب پر کتاب و سنت میں بے شمار دلیلیں ہیں' اس سلسلے میں اپنی اسلامی بہنوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں:

① رسالة الحجاب و اللباس فی الصلاة مؤلفه شیخ الاسلام ابن تیمیه

② رسالة الحجاب مؤلفه شیخ عبدالعزیز بن عبدالله بن باز۔

③ رسالة الصارم المشهور علی المفتونین بالسفور مؤلفه شیخ حمود بن عبدالله تویجری۔

④ رسالة حجاب مؤلفه شیخ محمد بن صالح العثیمین۔

ان تمام کتابوں میں متعلقہ موضوع پر کافی و شافی بحث کی گئی ہے۔

اسلامی بہنوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جن علماء نے چہرہ کو کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے باوجود یہ کہ ان کا قول مرجوح ہے انہوں نے اس اجازت کو شر و فساد سے امن و سلامتی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور صورت حال یہ ہے کہ پورا معاشرہ فتنہ و فساد سے غیر محفوظ ہے خصوصاً آج کے دور میں' جبکہ خواتین اور مردوں میں دینی لگام باقی نہیں رہ گئی ہے' شرم و حیا کا فقدان ہوتا جا رہا ہے' فتنہ و فساد کی دعوت دینے والوں کی کثرت ہے' شروفساد کو ہوا دینے والے مختلف قسم کے زیورات سے اپنے چہروں کو آراستہ کرنے کی خواتین شوقین ہوتی جا رہی ہیں۔

لہٰذا اسلامی بہنوں کو ان تمام امور سے پرہیز کرنا چاہیئے اور پردے کا التزام کرنا چاہیئے' ان شاء اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرح کے فتنہ اور شر سے محفوظ و مامون رکھے گا' سلف و خلف میں سے کسی بھی معتبر عالم نے فتنوں کی شکار ان خواتین کے لئے ان امور کی قطعی اجازت نہیں دی ہے جن میں وہ گرفتار ہیں۔ بہت سی مسلمان عورتیں پردہ کے بارے میں نفاق سے کام لیتے ہوئے جب وہ کسی ایسی سوسائٹی میں ہوتی ہیں جہاں پردہ کا التزام کیا جاتا ہے تو پردہ کرتی ہیں' اور جب کسی ایسی سوسائٹی میں جاتی ہیں جہاں پردہ کا التزام نہیں کیا جاتا ہے تو پردہ سے باہر ہو جاتی ہیں۔

اور بہت سی ایسی بھی ہیں جو عام جگہوں پر تو پردہ کرتی ہیں' مگر جب وہ دوکانوں یا اسپتالوں میں داخل ہوتی ہیں یا کسی جوہری (سنار) یا لیڈیز ٹیلر سے گفتگو کرتی ہیں تو اپنے چہروں اور بازؤوں کو اس طرح کھول دیتی ہیں گویا اپنے شوہروں یا اپنے محرم لوگوں کے پاس ہیں' ایسی خواتین کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے' بیرون ملک سے آنے والی بہت سی عورتوں کو جہازوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ بے پردہ ہوتی ہیں اور اس ملک (سعودی عرب) کے کسی ائرپورٹ پر جہاز کے اترتے ہی نقاب اوڑھ لیتی ہیں۔ گویا ان کی نظر میں پردے کا تعلق عادات اور رسم و رواج سے ہے' یہ کوئی دینی حکم نہیں ہے۔

اسلامی بہنوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پردہ انہیں ان زہر آلود نگاہوں سے تحفظ فراہم

کرتا ہے جو بیمار دلوں اور انسان نما کتوں سے صادر ہوتی ہیں اور ان سے ہیجان انگیز حرص و طمع کا ربط و تعلق کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی بہنوں کو پردہ کا التزام کرنا چاہیئے اور ان باطل پروپیگنڈوں پر کوئی توجہ نہیں دینی چاہیئے جو پردہ کی مخالفت میں یا پردہ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں' کیونکہ یہ عورتوں کے حق میں خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ ہیں' اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيْلُوا مَيْلاً عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ۴/۲۷)

"اور جو لوگ خواہشات نفس کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم مکمل طریقے سے جھک جاؤ۔"

ستر و حجاب کے جدید مسائل اور ان کا حل

یہ تو مختصر طور پر پردے کے احکامات تھے' ان میں بعض پردہ کے مسائل کو جزیات اور اشارات کی صورت میں ایک کلیہ قاعدہ اور اصول کے طور پر بیان کردیا گیا ہے جبکہ ان مسائل کی وضاحت اور جدید دور میں پیدا ہونے والے نت نئے حجاب کے مسائل کو بھی عرب علماء نے نہایت مدلل انداز میں اور شرح بسط کے ساتھ حل کیا ہے۔ بعض مسائل کی وضاحت اور پردہ کے جدید مسائل ہم یہاں عرب علماء کے فتاویٰ جات کی شکل میں درج کر رہے ہیں تاکہ اس مسئلہ پر جدید ذہن کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو سکے اور مسلمان عورت کے حجاب سے متعلق امتیازی مسائل نکھر کر سامنے آجائیں۔

آج کل یہ المیہ ہے کہ مسلم معاشرہ مغربی تہذیب میں اس قدر رنگا جاچکا ہے کہ وہ پردہ کو دقیانوسی لوگوں کا شعار قرار دینے لگا ہے اور پھر اس حکم الٰہی کا بعض صورتوں میں حیلوں بہانوں سے مذاق اور استہزاء اڑاتا ہے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ شریعت میں ایسے لوگوں کے لئے کیا وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

شرعی پردے کی پابندی کا استہزاء اڑانا

دارالافتاء کمیٹی سعودی عرب سے پردہ کے استہزاء کے متعلق سوال کیا گیا کہ: شرعی

پردے کا اہتمام کرتے ہوئے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو چھپا کر رکھنے والے کا مذاق اڑانا کیسا ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟...... تو کمیٹی نے اس کا مندرجہ ذیل نہایت خوبصورت جواب دیا کہ:

اس بات سے قطع نظر کہ شرعی حجاب وجہ ہو یا کسی اور شرعی حکم کی پابندی' شریعت پر عمل کرنے والے مسلمان مرد یا عورت کا مذاق اڑانے والا کافر ہے۔

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک آدمی نے کسی مجلس میں کہا کہ "میں نے ان قاریوں جیسا پیٹو' جھوٹا اور بزدل کوئی نہیں دیکھا۔" یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ "تو جھوٹا اور منافق ہے۔ میں تیری یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ضرور پہنچاؤں گا۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما دیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے مذکورہ شخص کو دیکھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے کجاوے والی پٹی کے ساتھ لٹکتا ہوا جا رہا تھا اور پتھر اسے روک رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تو صرف دل لگی اور ہنسی مذاق کیا تھا۔" جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴾

(التوبہ: ۹/۶۵'۶۴)

"(اے رسول) آپ فرما دیجئے! کیا تم اللہ' اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔"

گویا اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے ساتھ استہزاء کو اللہ' اس کی آیات اور اس کے

رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء کے مترادف قرار دیا۔ وباللہ التوفیق۔

(دارالافتاء کمیٹی...... فتاویٰ المراۃ : ص ۱۵۸)

صرف کندھے پہ چادر' سر پہ سکارف اور عورت

فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین سے مروجہ فیشنی پردہ کے متعلق

ایک سوال یوں کیا گیا کہ : "آج کل مسلمان خواتین میں صرف کندھوں پہ چادر اور سر کو سکارف سے ڈھانپنے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ سکارف بھی ایسا کہ وہ اپنی ساخت اور کپڑے کے لحاظ سے انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے۔ چادر ایسی کہ جسم سے چپکی ہوئی اور دیدہ زیب' سینے کا نشیب و فراز واضح۔ کیا ایسا لباس فیشن کے طور پر اپنایا جانا جائز ہے؟ کیا اسے شرعی لباس حجاب کا نام دیا جا سکتا ہے؟ کیا ایسا لباس پہننے والی عورتوں پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا)) ذرا وضاحت فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے...... جناب شیخ نے جواباً فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو مکمل ستروحجاب اپنانے کا حکم دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ (احزاب : ۵۹/۳۳)

"اے نبی اپنی بیویوں سے' اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے' کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔"

"جلباب" سے مراد وہ چادر ہے جسے عورت اپنے گرد اس طرح لپیٹ لیتی ہے کہ اس میں نہ صرف اس کا سر بلکہ سارے کا سارا جسم ڈھانپا جاتا ہے۔ چنانچہ ڈریسنگ گاؤن اور معروف عبا بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں کہ عورت مردوں کی نگاہوں سے ہمہ پہلو محفوظ ہو جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ ذَالِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَايُؤْذَيْنَ ﴾ (احزاب : ۵۹/۳۳)

"اس سے ان کی شناخت ہو جایا کرے گی(کہ وہ شریف عورتیں ہیں) پھر نہ ستائی جائیں گی۔"

بلاشبہ سر اور کندھوں کا ننگا رہنا مردوں کو دعوتِ نظارہ دینے کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں صرف کندھے پر چادر کا لٹکانا مردوں کی مشابہت کے ساتھ عورت کے سر گردن اور کندھوں کا ابھار مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔ ایسے لباس میں' سر گردن اور جسم کے بعض دوسرے اعضاء مثلاً: سینے اور کولھے وغیرہ کا نمایاں ہونا مردوں کے دلوں میں شوق نظارہ پیدا کرتے ہوئے کئی فتنوں کو زندگی دیتا ہے۔ عورت خود کتنی ہی پاکباز کیوں نہ ہو' جسمانی اعضاء کی عکاسی مردوں کی غلط نگاہوں اور اس پر دست درازی کا سبب بن سکتی ہے۔

ان حقائق کی موجودگی میں عورت کو کندھوں پر چادر پہننے کی اجازت نہیں۔ مذکورہ خطرے اپنی جگہ۔ ڈر اس بات کا ہے کہ ایسا لباس پہننے سے وہ ان عورتوں میں شامل نہ ہو جائے جن کے بارے میں حدیث مبارکہ میں وعید مذکور ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَّعَهُمْ سَیَاطٌ كَأَذْنَابِ البَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَ نِسَآءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ' مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ البُخْتِ المَائِلَةِ لاَ یَدْ خُلْنَ الجَنَّةَ وَلاَ یَجِدْنَ رِیْحَهَا وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ كَذَا وَ كَذَا)) (صحیح مسلم کتاب اللباس والزینته باب ۴۳)

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ کہ ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں (کپڑے تو) پہنے ہوئے ہوں گی مگر(لوگوں کی طرف) مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہوں گی۔ نہ اس کی خوشبو کو ہی پا سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"

(ابن عثیمین رحمہ اللہ ...... فتاوی مہمۃ نساء الامہ ص' ۵۴ جمع محمد الحریفی۔)

بازار میں بازو اور ہتھیلیوں کو چادر سے باہر نکالنا

س : فضیلۃ الشیخ! اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سی عورتیں بازاروں میں اشیائے ضرورت خریدنے کے لئے نکلتی ہیں تو غیر محرم مردوں کے ہجوم میں ان کے ہاتھ اور بازو کھلے ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج : یقیناً عورتوں کا ہاتھ اور بازوؤں کو غیر محرموں کے سامنے ننگے رکھنا منکرات میں سے اور موجب فتنہ ہے۔ جب کہ ان میں سے بعض خواتین تو انگلیوں میں انگوٹھیاں اور بازوؤں میں کنگن بھی پہنے ہوتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور: ۲۴/۳۱)

"اور (عورتیں) اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پا جاؤ۔"

ہر مؤمن عورت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسے ہر قسم کی زینت کی نمائش کرنا منع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے کسی بھی صورت میں ایسے عمل کا ارتکاب جائز نہیں جس سے اس کی زینت پر کسی دوسرے کی نگاہ پڑے۔ جب اس کے لئے ایسا عمل بھی جائز نہیں جس سے اس کی پوشیدہ زینت نامحرموں کے علم میں آتی ہو تو پھر اسے یہ کہاں تک زیب دیتا ہے کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں اپنے ہاتھوں اور بازوؤں کی زینت ظاہر کرتی پھرے۔

میری مؤمن عورتوں کو نصیحت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہا کریں' اپنی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو ترجیح دیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کو انتہائی مضبوطی سے تھام لیں جو اس نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات' اوصاف عفت و آدابِ نسوانیت میں کامل ترین امہات المؤمنین کو دیے ہیں۔ حالانکہ وہ عام عورتوں سے

کہیں زیادہ عفت و آداب کی پابند تھیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب: ۳۳/۳۳)

"اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز قائم کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گذاری کرو' اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کی گھر والیو! کہ تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے"

گویا اس حکم میں دراصل یہ حکمت مضمر تھی:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾

"اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے اے نبی کی گھر والیو! کہ وہ تم سے (ہر قسم کی) گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔"

میری مؤمن مردوں کو بھی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عورتوں پر برتری بخشی ہے اور انہیں بطور امانت آپ کو سونپا گیا ہے' آپ کا فرض ہے کہ اس امانت کی چوکس نگرانی اور حفاظت کریں۔ انہیں نصیحت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہا کریں۔ اور یاد رکھیں کہ اس ذمہ داری سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دینا ہو گا۔ لہٰذا ہر وقت اپنی یادوں میں اس جواب دہی کی نوعیت بسا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴾ (آل عمران: ۳۰/۳)

"جب ہر شخص اپنے اعمال کو اپنے سامنے موجود دیکھ لے گا اور (اسی طرح) اپنے برے اعمال کو بھی' وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے برے اعمال کے درمیان دور دراز کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ اللہ

اپنے بندوں سے شفقت کرنے والا ہے۔"

میری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خواص و عوام' مردوزن' اور کبیر و صغیر کی اصلاح فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کے مکرو فریب ان پر الٹ دے' بلاشبہ وہ بہت ہی سخاوت کرنے والا اور بے حد کرم والا ہے۔

(صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ ... فتاویٰ مھمۃ لنساء الامۃ : ص ۴۵' جمع حمد الحریفی)

برقع نقاب اور عورت

س: فضیلۃ الشیخ جناب محمد بن صالح عثیمین! آج کے دور کا یہ ایک اہم مسئلہ پیش خدمت ہے کہ عورتوں میں مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے والے نقاب کا استعمال عام ہو گیا ہے۔ پہلے پہل تو اس نقاب میں سے دو آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان سوراخوں میں توسیع ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اب آنکھوں کے ساتھ چہرے کا بھی ایک حصہ دکھائی دینے لگا ہے۔ یہ امر فتنہ انگیزی کا سبب ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ بعض عورتوں نے آنکھوں میں سرمہ بھی لگایا ہوتا ہے۔ اگر اس معاملے میں ان سے بحث کی جائے تو وہ آپ کا حوالہ دیتی ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ذرا اس مسئلے کی مفصل وضاحت کر دیجئے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے!

ج: اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نقاب عہد نبوی میں بھی معروف تھا' عورتیں اسے استعمال کرتی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"عورت حالت احرام میں نقاب نہ پہنے" (سنن ابوداؤد۔ کتاب المناسک)

نقاب بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں بھی اس کا رواج تھا۔

تاہم آج کے دور میں ہم نقاب کے جواز کے فتویٰ کی بجائے اس کی ممانعت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ جیسا کہ سائل نے تذکرہ کیا ہے۔ یہ بات مشاہدے میں آ چکی ہے کہ نقاب کے (آنکھوں کے لئے سوراخ) کشادہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ امر صریحاً ناجائز ہے۔

اسی وجہ سے ہم نے کبھی موجودہ دور کی خواتین کو نقاب یا برقع کے جواز کا فتویٰ

نہیں دیا بلکہ اس کی ممانعت ہی کو بہتر سمجھا۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اس معاملے میں اللہ سے ڈریں اور نقاب کا استعمال ترک کر دیں۔ کیونکہ یہ برائی کے ایسے دروازے کھول دیتا ہے۔ جنہیں بعد میں بند کرنا بھی ناممکن العمل ہو جاتا ہے۔

(مجلۃ االدعوۃ' العدد ۱۱)

گھر سے باہر نکلتے ہوئے دستانے پہننا

س: کیا گھر سے باہر جاتے ہوئے عورت پر جرابیں اور دستانے پہننا واجب ہے' کیا اس کے وجوب کا سنت سے کوئی ثبوت ملتا ہے؟

ج: گھر سے باہر نکلتے ہوئے عورت پر اپنی ہتھیلیوں' پاؤں اور چہرے کو کسی بھی طریقہ سے زیادہ سے زیادہ چھپانا واجب ہے۔ تاہم افضل یہی ہے کہ دستانے پہن لئے جائیں۔ کیونکہ صحابیات رضی اللہ عنہن کا معمول بھی یہی تھا۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:
عورت حالت احرام میں دستانے نہ پہنے۔" (سنن ابوداؤد' کتاب المناسک)
یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابیات میں دستانے پہننا رائج تھا۔

(ابن عثیمین رحمہ اللہ ۔۔۔۔۔۔دلیل الطالبۃ المؤمنۃ: ص ۴۱)

گھریلو ملازم اور ڈرائیوروں سے پردہ

س: ملازموں اور ڈرائیوروں کے سامنے آنے کا کیا حکم ہے' کیا ان کا شمار بھی اجنبیوں میں ہی ہو گا۔ میری والدہ مجھے کہتی ہیں کہ میں سر پر صرف سکارف لے کر ان کے سامنے چلی جایا کروں۔ کیا ہمارے دین حنیف میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کے حکم کی تعمیل کی گنجائش ہے؟"

ج: دوسرے مردوں کی طرح ڈرائیور اور ملازم بھی اجنبی ہیں۔ اگر وہ نامحرم ہوں تو آپ پر ان سے پردہ کرنا اور ان کے سامنے کھلے چہرے کے ساتھ نہ آنا فرض ہے۔ ان میں سے کسی کے ساتھ تنہائی بھی درست نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثَهُمَا)) (ترمذی' کتاب الرضاع)

"کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو کیونکہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان

ہوتا ہے۔"

نا محرموں سے حجاب کی فرضیت ان کے سامنے اظہار زینت اور بے پردگی کی حرمت پر اور بھی بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے والدہ یا کسی اور کی اطاعت جائز نہیں۔ (ابن باز رحمہ اللہ ---- فتاویٰ المراہ : ص ۱۵۸)

تنگ، مختصر اور چھوٹی آستینوں والا لباس

س : چست، مختصر یا چھوٹی آستینوں والا لباس پہننے کا کیا حکم ہے؟

ج : عورت کے لئے ایسا چست لباس پہننا جائز نہیں جس میں اس کے بدن کے جوڑ الگ الگ دکھائی دیتے ہوں۔ عورت کے پستانوں، ہڈیوں، سینے، سرین، پیٹ یا کندھوں کے نشیب و فراز کا اظہار مردوں کی نگاہ التفات کا سبب بنتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے ملبوسات کو بار بار پہننے سے ان کی عادت ہو جاتی ہے۔ اور پھر انہیں ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

ایسا مختصر لباس بھی اسی حکم میں شامل ہے جس میں سے پنڈلیاں پاؤں یا بازو نظر آتے ہوں۔ چست اور مختصر ملبوسات کو محرم رشتہ داروں یا عورتوں کے سامنے پہننا بھی مستحسن نہیں۔ کیونکہ مشاہدے میں آیا ہے کہ یہ عادت ہی بعد میں بازاروں میں محفلوں، تقریبات اور دیگر مواقع پر بھی ایسے لباس پہننے کی جرأت دیتی اور حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

پہننے کے لئے ایسے ملبوسات کے علاوہ اور بھی تو کئی لباس موجود ہیں جن میں ایسی قباحت نہیں پائی جاتی، پھر انہیں ہی پہننا کیا ضروری ہے !!

(ابن جبرین---- فتاویٰ الکنز الثمین، للشیخ ابن جبرین، جمع علی ابولوز)

پتلون اور عورت

س : عورتوں میں پتلون پہننے کا رواج عام ہو رہا ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا :

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّيْن۔

"جواب سے پہلے میری تمام صاحب ایمان مردوں کو یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنے زیر

سرپرستی بیٹوں' بیٹیوں' بیویوں اور بہنوں کی نگرانی کیا کریں اپنی اس رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہا کریں۔ اور صرف عورتوں ہی کو موردِ الزام نہ ٹھہرایا کریں جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا رَأَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ دِیْنٍ اَغْلَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاکُنَّ))

"میں نے عقل اور دین میں کم اور ایک دانا آدمی کی عقل پر غالب آنے والیاں تم سے بڑھ کر نہیں دیکھیں۔ (بخاری۔۱/۸۳)

میں دیکھ رہا ہوں کہ آج کل ایسے لباس عام ہو رہے ہیں جن کا لباس کے اسلامی لوازمات سے دور کا بھی تعلق نہیں' یہ ملبوسات ستر کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ خصوصاً عورتیں ایسے لباس میں ملبوس نظر آتی ہیں جو انتہائی مختصر' چست یا بہت باریک ہوتے ہیں' پتلون بھی ایسا ہی ایک لباس ہے جو عورت کی ٹانگوں' پیٹ' پہلو اور سینہ سب کو نمایاں کر دیتا ہے۔ جب کہ اسے پہننے والوں پر درج ذیل حدیث کا انطباق ہوتا ہے:

((صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُھُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ' لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ کَذَا وَ کَذَا)) (صحیح مسلم : کتاب اللباس والزینتہ باب: ۴۳)

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ کہ ان کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو ننگی ہوں گی (مردوں کی طرف) مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی۔ ان کے سر اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"

لہٰذا میں تمام صاحب ایمان مردوں اور عورتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہا کریں۔ ستر کی اسلامی شرائط پر پورا اترنے والا لباس پہنا کریں۔ اپنی رقوم پتلون جیسے لباس خریدنے پر ضائع نہ کیا کریں۔ اور توفیق دینے والی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ (مجلہ الدعوہ العدد ۱۴۷۶/۱۸۔۱۴۱۵/۸/۱۸)

اس میں بھی ایک شرط ہے کہ مرد ہو یا عورت وہ ایسا لباس نہیں پہن سکتے جو تنگ اور چست ہو۔ کیونکہ یہ صنفی فتنوں کا سبب بنتا ہے۔ ایسے تنگ ملبوسات کا پہننا عورتوں پر حرام ہے کیونکہ جب وہ گھروں سے نکلتی ہیں تو ان پر مردوں کی نگاہیں پڑتی ہیں اور فتنوں کو ہوا ملتی ہے۔ اسی طرح مردوں کے لئے بھی ایسے لباس کی ممانعت ہے جن سے ان کے اعضاء جسم کے خدوخال اور ستر کا اظہار ہوتا ہو۔

ان حقائق کے پیش نظر ایسے لباس کی خریدو فروخت ' ان کا سینا' ان کا کاٹنا سب ناجائز ہیں' انہیں پہننے والا گناہ گار اور ایسا لباس پہنانے والا برائی اور سرکشی سے تعاون کرنے والوں میں شمار ہو گا۔ واللہ اعلم۔ (شیخ ابن جبرین'۔۔۔۔ الکنز الثمین من فتاوی ابن جبرین جمع علی ابولوز)

س: کیا مردوں کی طرح عورتوں کو پتلون پہننا جائز ہے؟

ج: ہرگز نہیں۔ عورت کو ایسا چست لباس پہننا جائز نہیں ہے جس سے اس کے جسم کے نشیب و فراز نمایاں ہوتے ہوں۔ اس سے فتنوں کی آگ بڑھکتی ہے۔ پتلون بھی ایسا ہی لباس ہے جس میں پہننے والے کی جسمانی ساخت نمایاں ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں اس کے پہننے میں مردوں سے مشابہت بھی ہے جب کہ نبی اکرم ﷺ نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(افتاء کمیٹی۔۔۔۔ فتاوی المراہ جمع محمد المسند)

پتلون سکرٹ اور عورت

س: آج کل پتلون نامی لباس کا رواج عام ہو رہا ہے۔ اس کی کئی شکلیں نظر آتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ پہلی نظر میں اس کی شکل تنور کی سی دکھائی دیتی ہے۔ اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ

گول اور کشادہ۔ اسے سکرٹ کہا جاتا ہے۔ متعدد صورتوں میں پائے جانے والے اس لباس کو عورت کے پہننے کے متعلق کیا حکم ہے؟

خصوصاً اس صورت میں اسے صرف عورتوں کے سامنے پہنا جائے یا کمسن لڑکیاں پہنیں جن کی عمر بارہ سال یا اس سے کم ہو۔ انہیں پہننے سے گناہ تو نہ ہو گا۔ کیا ہم اپنی کمسن بیٹیوں یا بہنوں کے لیے ایسا لباس پسند کر سکتے ہیں؟ کیا اس لباس کی خرید و فروخت اور اسے پہننا جائز ہے؟

ج: دین کے باغیوں' نافرمانوں اور کفار کی مشابہت جائز نہیں۔ کیونکہ جس شخص نے کسی دوسری قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے شمار ہو گا۔ بلاشبہ مذکورہ لباس جس نوعیت کا بھی ہو وہ اسلامی ممالک کے مردوں میں رائج ہے نہ عورتوں میں۔ علاوہ ازیں نہ مردوں کے لئے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا جائز ہے اور نہ عورتوں کے لئے مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔ جو لباس ہر دو اصناف میں سے ایک کے لئے مخصوص ہو اسے دوسری صنف کا پہننا جائز نہیں۔

کشادہ پتلون اور عورت

س: فضیلۃ الشیخ! بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈھیلی کشادہ پتلون ستر کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ تو اس سوال پر فضیلۃ الشیخ نے جواب میں فرمایا:

"ہرگز نہیں' چاہے وہ کتنی ہی کھلی اور ڈھیلی ڈھالی کیوں نہ ہو' اس میں ایک ٹانگ کا دوسری ٹانگ سے الگ دکھائی دینا لازمی امر ہے جو ستر کے تقاضوں کے سخت خلاف ہے۔ مزید برآں اس میں عورتوں کی مردوں سے مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ پتلون حقیقت میں مردوں کا لباس ہے۔"

عورت کے لئے چست اور سفید لباس

س: کیا عورت کو چست اور سفید لباس پہننے کی اجازت ہے؟

ج: بالکل نہیں۔ عورت کے لئے بازاروں میں اور شاہراہوں پر اجنبی مردوں کے سامنے ایسے چست لباس میں آنا ہرگز جائز نہیں جس میں جسمانی اعضاء کا حجم نمایاں ہوتا ہو۔ ایسا

لباس برہنگی کے مترادف ہے' فتنہ برپا کرتا ہے اور بہت سی بڑی برائیوں کا سنگ بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

رہا سفید لباس کا مسئلہ تو ایسے ممالک یا معاشرے میں جہاں سفید لباس مردوں کے لئے مخصوص پہنا جاتا ہو وہاں عورت کو سفید لباس پہننا جائز نہیں کیونکہ اس میں مردوں کی مشابہت پائی جائے گی' جب کہ نبی اکرم ﷺ نے مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔

(افتاء کمیٹی.... فتاویٰ المراہ: ص ۱۶۵)

کم سن بچیوں کے لئے مختصر لباس

س: بعض خواتین (اللہ انہیں ہدایت دے) اپنی کمسن بچیوں کو ایسا مختصر لباس پہناتی ہیں کہ اس میں ان کی پنڈلیاں ننگی ہوتی ہیں اگر ان ماؤں کو نصیحت کی جائے تو کہتی ہیں کہ "بچپن میں ہم بھی ایسا لباس پہنتی تھیں۔ بڑا ہونے پر ہمارا تو کچھ نہیں بگڑا۔" اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: میرا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ بیٹی کمسن ہی کیوں نہ ہو اسے ایسا مختصر لباس ہرگز نہیں پہنانا چاہیئے کیونکہ اگر کم عمری میں بچی کو ایسی عادت پڑ گئی تو بڑا ہونے پر بھی باقی رہے گی اور اس کے دل سے بے پردگی کی کراہت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اسے بچپن ہی سے شرم و حیاء کا عادی بنایا گیا تو بڑا ہونے پر بھی یہ صفت اس میں موجود رہے گی۔

اپنی مسلمان بہنوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ غیر ملکیوں کے لباس پہننا ترک کر دیں۔ وہ لوگ ہمارے دین کے دشمن ہیں۔ نیز اپنی بیٹیوں کو لباس اور حیاء کا عادی بنائیں کیونکہ حیاء ایمان کا لازمی جزو ہے۔ (ابن عثیمین .... فتاویٰ المراہ: ص ۱۷۷)

کمسن بچی کے لئے پردے کا حکم

س: (۱) نابالغ بچیوں کے لئے شرعی نقطہ نظر سے پردے کے احکام کیا ہیں؟

(۲) کیا وہ حجاب کے بغیر گھر سے باہر نکل سکتی ہیں؟

(۳) کیا دوپٹہ اوڑھے بغیر ان کی نماز ہو جائے گی؟

ج : نابالغ بچیوں کے ورثاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے اخلاق وکردار کو اسلامی آداب سے آراستہ کریں۔ فتنہ و فساد کے اندیشے کے پیش نظر نیز اسلامی اخلاق کا عادی بنانے کی غرض سے۔ انہیں گھر سے باہر جاتے ہوئے ستروحجاب کی پابندی کا حکم دیں۔ اس طرح وہ فساد کا باعث نہیں بن سکیں گی۔ انہیں عادی بنانے کے لئے ہی نماز بھی دوپٹے ہی میں پڑھنے کا حکم دیں، تاہم ان کی نماز دوپٹے کے بغیر بھی درست ہو گی کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

((لَايَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ الْحَائِضِ اِلَّابِخِمَارٍ)) (ترمذی، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

"جس عورت کو حیض آتا ہو(یعنی وہ بالغ ہو چکی ہو) اس کی بغیر دوپٹہ اوڑھے نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔"...... (مجلس افتاء...... فتاویٰ المراہ : ص ۱۶۰)

شادی بیاہ اور تقریبات کے لباس

س : آج کل تقریبات کے موقع پر پہننے کے لئے خواتین میں ملبوسات رائج ہیں یا تو وہ اتنے چست ہوتے ہیں کہ ان میں جسم کے تمام فتنہ پرور اعضاء کے نشیب و فراز نمایاں ہوتے ہیں، یا پھر ان کا گریبان اتنا کشادہ ہوتا ہے کہ سینہ یا کمر دکھائی دیتی ہے۔ لباس کے زیریں حصے میں سے ٹخنے وغیرہ نظر آتے ہیں۔ انہیں پہننے والی خواتین اپنے حق میں یہ دلیل پیش کرتی ہیں کہ ہم یہ لباس مردوں کے سامنے تو نہیں خالصتاً عورتوں کی کی تقریب میں پہنتی ہیں لہٰذا اس میں کیا حرج ہے؟

ہمیں ایسے لباس کے شرعی حکم سے آگاہ کیجئے۔ نیز عورتوں کے (وارثوں اور سرپرستوں) پر اس حوالے سے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟"

ج: صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ کہ ان کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔(گناہ کی طرف) مائل ہونے والی اور مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں

کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔"

نبی اکرم ﷺ کے قول "کاسیات عاریات" سے مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں کپڑے تو پہنے ہوں گی مگر ان کے لباس مختصر ہونے کی وجہ سے یا باریک ہونے کی وجہ سے یا تنگ ہونے کی وجہ سے ستر ڈھانپنے کے لئے ناکافی ہوں گے۔ اسی روایت کو امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے "قبطیہ" (کپڑے کی ایک قسم) پہننے کے لئے عطا کی۔ میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو دے دیا۔ ایک دن آپ ﷺ نے استفسار کیا کہ "قبطیہ" کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟" میں نے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! وہ تو میں نے اپنی بیوی کو پہننے کے لئے دے دیا ہے۔" فرمایا: "اچھا! اسے کہو کہ اس کے نیچے کپڑا لگا لے ورنہ اس میں اس کی ہڈیوں کا حجم نظر آئے گا (یعنی بدن جھلکے گا۔)"

کشادہ گریبان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے' اسے پہننے میں اللہ کے درج ذیل حکم کی مخالفت ہے۔

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ (النور: ۳۱/۲۴)

"اور عورتیں اپنے گریبانوں پر اپنی چادریں ڈال رکھیں۔"

قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کو اپنی چادر اپنے گریبان پر اچھی طرح پھیلا لینی چاہیئے تاکہ اس کا سینہ چھپ جائے۔ اس کے بعد انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ایک روز ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمان بن ابوبکر ایک ایسے باریک دوپٹے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں جس میں سے ان کی گردن نظر آ رہی تھی۔

ام المؤمنین نے اسے پھاڑ دیا اور فرمایا کہ: چادر صرف موٹے کپڑے کی ہی اوڑھنی چاہیئے تاکہ حجاب کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ لباس کا زیریں حصہ اگر اس طرح چاک ہو کہ اس کے نیچے کوئی ساتر کپڑا لگا ہو تو کوئی ہرج نہیں مگر اسے مردوں سے مشابہ نہیں

ہونا چاہیئے کیونکہ مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے [1]

عورت کے ولی کو چاہیئے کہ اسے ہر طرح کا حرام لباس پہننے سے منع کرے۔ اسے گھر سے باہر نکلتے ہوئے "اظہار زینت یا خوشبو لگانے کی اجازت نہ دے۔"

اس کے ولی ہونے کی حیثیت سے اس فریضے کے متعلق اس سے قیامت کے روز سوال ہو گا۔ اس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے کام آسکے گا' نہ کسی کی سفارش قبول ہو گی' نہ فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی مدد کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پسندیدہ اور محبوب اعمال کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(ابن عثیمین رحمہ اللہ ۔۔۔ دلیل الطالبۃ المومنۃ : ص ۳۶)



---

[1] یاد رہے کہ یہاں عربوں کے مخصوص لباس کا ذکر ہے جو پاؤں تک ایک لمبے جبے کی شکل میں ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں کھلے پائچوں یا اونچی شلوار کا رواج جس میں ٹخنے نظر آتے ہوں' حرمت کی اسی صورت میں شامل ہے۔ کیونکہ عورت کے ٹخنے بھی نامحرم مردوں سے حجاب اور ستر کا حصہ ہیں۔

فصل پنجم

نماز سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

ہر مسلمان عورت پر پانچ وقت نماز ان کے متعینہ اوقات میں شرائط' ارکان اور واجبات کی مکمل رعایت کرتے ہوئے پابندی کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے' اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ ﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

"اور نماز ادا کرتی رہو' اور زکوۃ دیتی رہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گذاری کرو۔"

یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے' نماز اسلام کا دوسرا رکن اور دین کا ایک اہم ستون ہے' نماز کا ترک کرنا ایک ایسا کفریہ عمل ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے' نماز نہ پڑھنے والے مرد و زن کے نہ تو دین کا کوئی اعتبار ہے اور نہ ہی اسلام کا' عذر شرعی کے بغیر نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا اس کو ضائع کرنا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ إِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ (مریم: ۱۹/۵۹-۶۰)

"پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے' سو ان کا نقصان ان کے آگے آئے گا' بجز ان کے جو توبہ کر لیں۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ائمہ تفسیر کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اضاعت صلاۃ سے مراد نماز کے اوقات کو ضائع کرنا ہے' بایں طور کہ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد ادا کیا جائے' اور لفظ "غی" جس کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ نمازوں کو ضائع کرنے والے اسے پائیں گے' اس کی تفسیر خسارہ اور نقصان سے کی ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ نماز کے تعلق سے خواتین کے مردوں سے الگ کچھ مخصوص احکام ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

عورت کا اذان و اقامت کہنا

عورتوں پر نہ تو اذان ہے اور نہ اقامت' کیونکہ اذان بلند آواز سے کہنی مشروع ہے' اور عورتوں کے لئے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے' لہٰذا اذان اور اقامت عورتوں کے لئے درست نہیں ہیں۔ المغنی (۲/ ۶۸) میں علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی اختلاف کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔

نماز میں عورت سوائے چہرہ کے اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے گی' ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں اختلاف ہے' اور یہ اس صورت میں جبکہ کسی غیر محرم شخص کی نظر اس پر نہ پڑ رہی ہو' اور اگر کوئی غیر محرم شخص اسے دیکھ رہا ہے تو مکمل طور پر ستر پوشی ضروری ہے جس طرح خارج نماز میں پردہ کرنا ضروری ہے۔ نماز میں عورت کو اپنا سر' گردن' جسم کے تمام حصوں کو یہاں تک کہ پیر کی پشت کو بھی چھپانا ضروری ہے' ارشاد نبوی ہے:

((لَايَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ -يعنى مَنْ بَلَغَتِ الحَيْضَ- اِلَّا بِخِمَارٍ)) (ائمہ خمسہ یعنی احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے۔)

"اللہ تعالیٰ حائضہ سے یعنی اس عورت سے جو حیض کی عمر کو پہنچ چکی ہے بغیر خمار کے نماز قبول نہیں کرتا ہے۔"

حدیث میں مذکور لفظ (خمار) سے مراد سر اور گردن کو چھپانے والی چادر ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

کہ: کیا عورت قمیض اور دوپٹہ میں بغیر ازار کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا))

"اگر قمیص اتنی طویل ہو کہ عورت کے دونوں پیر کی پشت کو ڈھانپ لے (تو بغیر ازار کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے)"

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے' ائمہ کرام نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے۔

دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورت کے لئے سر اور گردن کا چھپانا ضروری ہے' جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے' اور جسم کے بقیہ تمام حصوں کو یہاں تک کہ پیروں کی پشت کو بھی چھپانا ضروری ہے جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے' چہرہ کا کھلا رکھنا مباح ہے' بشرطیکہ کوئی اجنبی شخص اسے نہ دیکھ رہا ہو' اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اگر عورت تنہا نماز پڑھ رہی ہو پھر بھی اسے دوپٹہ اوڑھنے کا حکم ہے' خارج نماز میں گھر کے اندر عورت اپنا سر کھلا رکھ سکتی ہے' لیکن نماز میں زینت اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے' چنانچہ کسی کے لئے خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرنا جائز نہیں خواہ تنہا رات کے وقت طواف کر رہا ہو' اور نہ ننگے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے خواہ تنہا ہی کیوں نہ ہو"

مزید تحریر کرتے ہیں:

"نماز میں چھپائے جانے والے جسمانی اعضاء کا ربط و تعلق ان اعضاء سے نہیں ہے جن کو نگاہوں سے چھپایا جاتا ہے' نہ تو قاعدہ مطردہ کے طور پر نہ ہی مفہوم مخالف کے طور پر" (مجموع الفتاوی (۲۲/ ۱۱۳-۱۱۴)

ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"نماز میں آزاد عورت کے پورے جسم کی ستر پوشی ضروری ہے' اگر کوئی حصہ کھلا رہ گیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی' ہاں اگر بہت مختصر حصہ کھلا رہ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہی مسلک امام مالک' امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے۔" المغنی (۳۲۸/۲)

علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ آزاد بالغ عورت سر ڈھانپ کر نماز پڑھے گی۔ اگر ننگے سر نماز پڑھے تو دوبارہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھے گی اس لیے کہ ننگے سر نماز نہیں ہوتی۔ (موسوعہ الاجماع)

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

عورت رکوع اور سجود میں۔ اپنے آپ کو خوب پھیلا کر کھلا رکھنے کے بجائے سمیٹ کر رکھے گی' چار زانو ہو کر بیٹھے گی' تورک کرنے اور ایک پیر کو بچھا کر بیٹھنے کے بجائے دونوں پیروں کو لٹا کر داہنی جانب انہیں نکال دے گی کیونکہ یہی اس کے حق میں زیادہ ساتر ہے۔ المغنی (۲۵۸/۲) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر میں فرمایا ہے: اعمال نماز میں مرد و زن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' سوائے اس کے کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں وہ اپنے آپ کو سمیٹ کر' یا اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے چپکا کر حتی الامکان اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ پردہ میں رکھے گی' میں عورت کے لئے اسی چیز کو رکوع میں اور پوری نماز میں پسند کرتا ہوں" المجموع (۴۵۵/۳)

عورت کا امام بن کر جماعت کروانا

کسی عورت کی امامت میں جماعت کے ساتھ عورتوں کے نماز ادا کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے' بعض اہل علم منع کرتے ہیں اور بعض دوسرے جواز کے قائل ہیں' بیشتر علماء کا مسلک یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اہل خاندان کی امامت کا حکم دیا تھا (اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔)

بعض اہل علم نے اس کو غیر مستحب عمل کہا ہے، جبکہ بعض دوسرے اہل علم اس کی کراہت کے قائل ہیں اور بعض دیگر اہل علم فرض نماز کے بجائے نفل نماز میں اس کو جائز سمجھتے ہیں، اور شاید راجح قول یہی ہے کہ یہ مستحب ہے، مزید تفصیل کے لئے المغنی لابن قدامہ (۲/ ۲۰۲) المجموع للنووی (۴/ ۸۴-۸۵) کا مراجعہ (مطالعہ) مفید ہو گا۔

عورت بالجہر قراءت کرے گی بشرطیکہ غیر محرم اس کی قرات کو نہ سن رہے ہوں۔

عورت کے رکوع کی کیفیت

عورت مرد کی طرح رکوع میں اپنی انگلیاں کشادہ رکھ کر گھٹنے کو مضبوطی سے پکڑے گی۔ بعض فقہاء کی یہ تفریق کہ عورت رکوع میں اپنی انگلیاں نہیں پھیلائے گی درست نہیں ہے۔ سیدنا وائل بن حجر سے روایت کہ نبی کریم ﷺ جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں پر کشادہ کر کے رکھتے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

لہٰذا حدیث مذکورہ کی بنا پر رکوع کی کیفیت اور انگلیوں کے پھیلانے یا نہ پھیلانے میں مرد و عورت کے مابین تفریق صحیح نہیں ہے اور جن فقہاء نے تفریق بیان کی ہے وہ حدیث کی رو سے درست نہیں ہے۔

عورت کا سجدہ

عورت رکوع و سجدہ مرد ہی کی طرح کرے گی۔ بعض فقہاء نے یہ تفریق کی ہے کہ عورت رکوع و سجدہ کی حالت میں اپنی دونوں رانوں کو ملائے ہوئے رہے گی نیز سجدہ کی حالت میں پیٹ بھی رانوں سے ملائے رکھے گی اور بازو بچھا کر سجدہ کرے گی، لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ عورت کے سجدہ کی کیفیت کے بارے میں جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے اس کو امام ابو داؤد نے اپنی کتاب مراسیل میں یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے جو مرسل اور غیر صحیح ہے۔ اس لیے احادیث کے خلاف یہ روایت حجت نہیں ہو گی۔ بلکہ سجدہ میں عورت کے بازو بچھانے سے متعلق فقہاء کی اس رائے کے برعکس ایک، صحیح حدیث میں ہے جسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِعْتَدِلُوْا فِیْ السُّجُوْدِ لَا یَبْسُطْ أَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ))

سجدہ اعتدال (اطمینان) سے کرو اور تم میں کوئی (مرد یا عورت سجدہ میں اپنے بازو کتوں کی طرح نہ بچھائے۔ (متفق علیہ)

یہ حکم عام ہے اس میں مرد و زن دونوں شامل ہیں۔ مردوں کے ساتھ اس کی تخصیص کی کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہے۔ اس لیے ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت اپنی نماز اسی طرح ادا کرے گی جس طرح مرد ادا کرتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ خود محترمہ ام الدرداء فقیہہ اور عالمہ ہونے کے باوجود نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو طریقہ نماز کا بیان ہوا ہے اس میں مرد و عورت دونوں برابر اور یکساں ہیں۔ حدیث کی کتابوں میں ایسی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے جس سے دونوں کے طریقۂ نماز میں فرق ثابت ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّي))

جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔ (بخاری عن مالک بن حویرث)

عورت کا سجدہ سے سر اٹھانا

عورتیں اگر مردوں کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کریں تو وہ سجدہ سے اپنا سر مردوں سے پہلے نہیں اٹھائیں گی۔ اس سے اندیشہ ہے کہ کہیں ان کی نگاہ مردوں کی شرمگاہ پر نہ پڑ جائے۔

چنانچہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں سے فرمایا اے عورتوں کی جماعت تم سجدہ سے اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ نہ جائیں۔ (متفق علیہ)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ مِنْكُنَّ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا تَرْفَعْ رَأْسَهَا حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُوْسَهُمْ كِرَاهِيَةَ اَنْ يَرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ))

”جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ سجدہ سے اپنا سر

مردوں کے سر اٹھانے سے پہلے نہ اٹھائے اس اندیشہ و کراہت کی بناء پر کہ ان کی نگاہ مرد کی شرمگاہ پر نہ جائے۔" (سنن ابی داود)

فائدہ: یہ حکم اس وقت ہے جب مرد و عورت کے درمیان کوئی حجاب و آڑ نہ ہو۔ لیکن اگر درمیان میں کوئی آڑ' دیوار وغیرہ ہے تو جس طرح مرد امام کی اقتداء کریں گے عورت بھی امام کی اقتداء میں سر اٹھائے گی اور کوئی تاخیر نہیں کرے گی۔

نماز باجماعت میں خواتین کی شرکت

مساجد میں مردوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے خواتین کا گھروں سے نکلنا مباح ہے لیکن گھروں کے اندر نماز ادا کرنا ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

(لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ)

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔"

دوسری روایت میں ہے:

((لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ أَنْ يَخْرُجْنَ إِلَى الْمَسَاجِدِ وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ))

"عورتوں کو مساجد جانے سے نہ روکو' اور ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔" (احمد و ابوداود)

لہٰذا ان کا گھروں میں رہ کر نماز ادا کرنا پردہ اور حجاب کی وجہ سے ان کے لئے زیادہ بہتر ہے' اگر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد جاتی ہیں تو ان کے لئے مندرجہ ذیل آداب کی پابندی ضروری ہے:

❁ مکمل پردہ کے ساتھ اور کپڑوں میں اچھی طرح چھپ چھپا کر نکلنا ضروری ہے' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْصَرِفْنَ مُتَلَفِّعَاتٌ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ)) (متفق علیہ)

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خواتین (فجر کی) نماز ادا کرتی تھیں' پھر اپنی چادروں

میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں' تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔"

❁ کسی قسم کی خوشبو لگائے بغیر مسجد کے لئے نکلیں گی' حدیث نبوی ہے:

((لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٌ)) (احمد و ابوداؤد)

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو' اور چاہئے کہ وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں۔"

حدیث میں مذکور لفظ (تفلات) کے معنی ہیں: "خوشبو استعمال کئے بغیر۔"

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُوراً فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ))

"جس عورت نے خوشبو لگا رکھی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔" (مسلم' ابوداؤد' نسائی)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا))

"تم میں سے کوئی عورت اگر مسجد جانا چاہتی ہو تو خوشبو استعمال نہ کرے۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے خواتین کے مسجد جانے کا پتہ چلتا ہے' لیکن عورتوں کے جانے کا جواز اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ ان کے مسجد جانے میں کسی قسم کا شر و فساد' یا خوشبو جیسی کوئی فتنہ کو بھڑکانے والی چیز نہ پائی جاتی ہو"

مزید لکھتے ہیں:

"تمام احادیث کا ماحصل یہی ہے کہ خواتین کو مسجد جانے کی اجازت مردوں کی جانب سے اسی صورت میں ملنی چاہئے جبکہ ان کے مسجد جانے میں خوشبو' زیورات' یا کوئی دوسری زیب و زینت جیسی فتنہ انگیز چیز نہ پائی جاتی ہو۔"

خواتین کے مسجد جانے کے مخصوص آداب

- کپڑوں اور زیورات میں بن سنور کر نہیں نکلیں گی' ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَوْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه و سلم رَأی مِنَ النِّسَاءِ مَا رَأَیْنَا لَمَنَعَهُنَّ • مِنَ الْمَسْجِدِ کَمَا مَنَعَتْ بَنُو إِسْرَائِیْلَ نِسَاءَ هَا)) (متفق علیه)

"اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کی اس حالت کا مشاہدہ فرماتے جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں تو انہیں مسجد سے روک دیتے جس طرح بنو اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((لَوْ رَأی مَا رَأَیْنَا))

یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسین و جمیل لباس' خوشبو' زیب وزینت اور بے پردگی کا مشاہدہ کرتے جن کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ (پہلے) خواتین موٹے جھوٹے کپڑوں' کمبلوں اور دبیز چادروں میں نکلا کرتی تھیں۔ نیل الاوطار (۱۴۰/۳' ۱۴۱)

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عورت کے لئے یہی مناسب ہے کہ باہر نکلنے سے حتی الامکان پرہیز کرے کیونکہ وہ اپنے طور پر تو کسی فتنہ اور شر سے محفوظ رہ سکتی ہے لیکن دوسرے لوگ اسی فتنہ و فساد میں مبتلا ہو سکتے ہیں' ان کے محفوظ و مامون رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے' اگر اسے مجبوراً باہر نکلنے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنے خاوند کی اجازت سے بناؤ سنگھار کے بغیر مکمل سادگی کے ساتھ نکلے' عام شاہراہوں اور بازاروں کو چھوڑ کر خالی جگہوں کو اپنا راستہ بنائے' اپنی آواز سنانے سے پرہیز کرے۔ بیچ راستوں کو چھوڑ کر کنارے چلنے کی کوشش کرے"

(احکام النساء ص ۳۹)

خواتین کا نماز باجماعت میں اکیلے کھڑا ہونا

❁ عورت اگر اکیلی ہے تو مردوں کے پیچھے تنہا کھڑی ہو گی' جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو میں اور ایک یتیم (ہم دونوں) آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بڑھیا عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی .... (اسے بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا)

اور انہی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو میں اور ایک یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ہماری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں- (صحیح بخاری)

اور اگر عورتیں ایک سے زیادہ ہیں تو وہ مردوں کے پیچھے صف یا (حسب ضرورت) چند صفیں بنا کر کھڑی ہوں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو بچوں کے آگے کھڑا کرتے تھے' پھر بچوں کو اور بچوں کے بعد عورتوں کو- (مسند احمد)

عورت کی صف

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَ شَرُّهَا آخِرُهَا' وَ خَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَ شَرُّهَا أَوَّلُهَا))

"مردوں کے لیے سب سے بہتر صف پہلی صف ہے اور سب سے خراب آخری صف' اور عورتوں کے لیے سب سے بہتر صف آخری صف ہے اور سب سے خراب پہلی صف۔" اسے مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے-

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ نماز کے لیے عورتیں مردوں کے پیچھے صف بنا کر کھڑی ہوں گی' الگ الگ نہیں کھڑی ہوں گی' چاہے وہ فرض نماز ہو یا تراویح کی نماز ہو۔

دوران نماز اگر امام بھول جائے تو عورت کیا کرے

❁ دوران نماز اگر امام سے

بھول ہو جائے تو عورت ہاتھوں سے تالی بجا کر اسے متنبہ کر سکتی ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا نَابَكُمْ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ))

"جب تمہیں نماز کے دوران کوئی بات پیش آ جائے تو (امام کو آگاہ کرنے کے لیے) مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں۔" (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔)

اس حدیث میں عورت کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر دوران نماز کوئی بات پیش آ جائے تو وہ تالی بجا کر آگاہ کر دے' اور امام کا بھولنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ عورت کو زبان سے کچھ کہنے کے بجائے تالی بجانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی آواز مردوں کے لیے فتنہ کا باعث بن سکتی ہے۔

نماز کے بعد عورتیں مسجد سے پہلے نکلیں گی

❁ امام کے سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کو مسجد سے نکلنے میں جلدی کرنی چاہیئے اور مردوں کو تھوڑی دیر ٹھہرے رہنا چاہیئے' تاکہ مسجد سے نکلنے والی عورتوں سے ان کی مڈبھیڑ نہ ہو' اور اس کی دلیل ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ عورتیں فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد (فوراً) کھڑی ہو جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد اپنی اپنی جگہ پر تھوڑی دیر بیٹھے رہتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھتے تو دوسرے لوگ بھی اٹھ جاتے۔

زہری کہتے ہیں: ہمارا خیال (واللہ اعلم) یہ ہے کہ آپ ﷺ ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ جو عورتیں مسجد سے لوٹنا چاہیں وہ لوٹ جائیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے (دیکھئے الشرح الکبیر علی المقنع ۱/۴۲۲)

امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام وقت (خلیفہ یا سلطان) کے لیے مستحب ہے کہ رعایا کے احوال کا خیال رکھے' اسی طرح حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے

کہ محرمات اور ممنوعات کی جانب لے جانے والے امور اور شک و شبہ کی جگہوں سے اجتناب میں احتیاط برتنی چاہیۓ' اور یہ کہ عام گزرگاہوں میں بھی مرد و زن کا اختلاط مکروہ ہے چہ جائیکہ گھروں میں۔" (نیل الاوطار ۲/۳۲۶)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"باجماعت نماز کی ادائیگی میں خواتین مردوں سے مندرجہ ذیل چند امور میں مختلف ہوتی ہیں:

اول: خواتین کے حق میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس طرح مؤکد نہیں ہے جس طرح مردوں کے حق میں ہے۔

دوم: خواتین کی امام درمیان صف میں کھڑی ہو گی۔

سوم: تنہا عورت مردوں کے پیچھے کھڑی ہو گی نہ کہ بغل میں' برخلاف مردوں کے۔

چہارم: جب مردوں کے ساتھ صف لگا کر نماز ادا کریں گی تو ان کی سب سے آخری صف اپنی پہلی صف کی بہ نسبت زیادہ فضیلت کی حامل ہو گی۔" (المجموع ۳/۴۵۵)

سابقہ سطور سے واضح ہو گیا کہ مرد و زن کے درمیان اختلاط ہر حالت میں حرام ہے۔

عورتیں عید گاہ کس طرح جائیں

خواتین نماز عید کے لیے نکل سکتی ہیں' چنانچہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنْ نُخْرِجُهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالاضحٰى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتَ الْخُدُورِ' أَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ' وَ فِي لَفْظٍ: اَلْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ))

"رسول اکرم ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم بوڑھیوں' حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو عید و بقرہ عید کے روز عید گاہ لے جائیں' حیض والی عورتیں

"نماز۔" (دوسری روایت میں ہے) "عید گاہ" سے دور رہیں گی' البتہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں گی۔" (اس حدیث کو اصحاب کتب ستہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ حدیث اور اس معنی کی دیگر احادیث سے عیدین میں خواتین کے عید گاہ جانے کی مشروعیت کا قطعی طور پر پتہ چلتا ہے' چنانچہ شادی شدہ' غیر شادی شدہ' نوجوان' بوڑھی' حائضہ و غیر حائضہ کے درمیان بلا کسی امتیاز و تفریق کے تمام عورتوں کا عید گاہ جانا مشروع ہے' البتہ ایسی خواتین جو عدت میں ہوں یا جن کا عید گاہ جانا باعث شر و فساد ہو یا جن کے لیے کوئی عذر شرعی ہو' وہ عید گاہ نہیں جائیں گی۔ (نیل الاوطار (۳۰۶/۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے کہ خواتین کا گھروں کے اندر نماز ادا کرنا جمعہ یا جماعت میں شریک ہونے کی بنسبت زیادہ بہتر ہے' سوائے نماز عید کے' کیونکہ نماز عید کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نکلنے کا حکم دیا ہے' (اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جاننے والا ہے کہ) شاید اس کے چند اسباب ہیں:

پہلا سبب: سال بھر میں صرف دو مرتبہ عید کا موقع آتا ہے لہٰذا جمعہ اور جماعت کے برخلاف عیدین میں ان کا نکلنا قابل قبول ہے۔

دوسرا سبب: جمعہ اور جماعت کے برعکس نماز عیدین کا کوئی متبادل نہیں ہے' چنانچہ عورت کا اپنے گھر کے اندر رہ کر نماز ظہر ادا کرنا ہی اس کا جمعہ ہے۔

تیسرا سبب: عیدین میں اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار کے لئے جنگل اور بیابانوں میں نکلنا ہوتا ہے جو بعض پہلوؤں سے حج کے مشابہ ہے' اور یہی وجہ ہے کہ حجاج کرام کی موافقت میں عید اکبر (بقرہ عید) موسم حج میں رکھی گئی ہے۔" (مجموع الفتاوی (۴۵۸/۶۔۴۵۹)

شوافع کے یہاں نماز عیدین میں عورتوں کے نکلنے کے لیے ان کے حسین و جمیل نہ

ہونے کی قید ہے' چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ المجموع (۱۳/۵) میں لکھتے ہیں: "امام شافعی اور آپ کے تلامذہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ: نماز عیدین میں شرکت ایسی عورتوں کے لیے مستحب ہے جو حسن و جمال والی نہیں ہیں' خوبصورت عورتوں کا عیدین میں شریک ہونا مکروہ ہے۔"

آگے مزید لکھتے ہیں: خواتین نماز عیدین کے لیے پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہن کر نکلیں گی' ایسے لباس نہیں پہنیں گی جن سے ان کی نمائش ہو' سادہ پانی سے غسل کرنا ان کے لیے مستحب ہے' خوشبو وغیرہ کا استعمال مکروہ ہے' یہ ہمارے احکامات ایسی بوڑھی اور ضعیف عورتوں کے لیے ہیں جو ناقابل اشتہا اور غیر مرغوب ہیں' نوجوان خوبصورت اور مرغوب فیہ عورتوں کا عید گاہ جانا مکروہ ہے' کیونکہ ان کے جانے میں خود ان کے یا ان کی وجہ سے دوسروں کے فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ بات سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کی مخالف ہے' تو ہم کہیں گے صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث وارد ہے:

((لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ))

"اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کا مشاہدہ کرتے جن کو (آج کی) عورتوں نے ایجاد کر رکھا ہے تو ان کو (مساجد سے) روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔"

اور زمانہ اول کے برخلاف موجودہ زمانہ میں شر و فساد اور فتنوں کے اسباب بے شمار ہیں' (واللہ اعلم)۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں ہمارے زمانہ میں صورتحال کہیں زیادہ ابتر ہے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں: یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خواتین کا نکلنا جائز اور مباح ہے' لیکن خود ان کے یا ان کے ذریعے دوسروں کے شر و فساد اور فتنوں میں واقع ہونے کا خوف ہو تو نہ نکلنا ہی افضل ہے' کیونکہ صدر اول کی خواتین اس کے بالکل برعکس ہوتی تھیں جس طرح آج کی خواتین کی پرورش اور تربیت ہوتی ہے' یہی حال مردوں کا بھی تھا۔"

(احکام النساء: ص ۳۸)

یعنی ان کے اندر حد درجہ زھد و ورع پایا جاتا تھا۔

اسلامی بہنوں کو سابقہ سطور میں نقل کی گئی باتوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ شرعی اعتبار سے نماز عید کے لیے ان کا عید گاہ جانا جائز ہے بشرطیکہ پردہ کا التزام ہو' اور مکمل حشمت و عصمت کے ساتھ نکلا جائے' اور اللہ رب العزت کا تقرب' مسلمانوں کے ساتھ ان کی دعاؤں میں شرکت اور اسلامی شعار کا اظہار مقصود ہو' نہ کہ اس سے زیب و زینت کی نمائش اور شر و فساد اور فتنوں کے درپہ ہونا مقصود ہو' اس سلسلے میں کافی متنبہ اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

عورت پر نماز جمعہ نہیں

نماز جمعہ کی فرضیت مردوں پر ہے' عورتوں پر نہیں لیکن اگر عورتیں شریک ہوں تو ان سے جمعہ کا انعقاد ہو جائے گا۔ نیز عورتیں اگر نماز جمعہ میں شرکت کرنی چاہیں تو مردوں کی طرح وہ بھی غسل کر کے تشریف لائیں لیکن خوشبو و مہک دار چیز کے استعمال سے گریز کریں۔

سیدنا طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر مسلمان پر جمعہ کی نماز باجماعت فرض ہے مگر چار لوگوں پر فرض نہیں ہے۔ غلام' عورت' بچہ اور بیمار۔" (متفق علیہ)

سنن ابی داؤد کی روایت میں اضافہ ہے کہ مسافر پر بھی نماز جمعہ نہیں ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ)) (الحدیث)

"جو شخص نماز جمعہ میں شرکت کرنا چاہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ غسل کر کے آئے اور جو جمعہ میں شرکت نہ کرے اس پر غسل نہیں ہے۔ (ابن خزیمہ ابن حبان بحوالہ فتح الباری)

واضح رہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت نبویؐ ہے اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تب بھی نماز جمعہ ادا ہو جائے گی۔

فصل ششم

جنازے سے متعلق عورتوں کے مخصوص مسائل

اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح پر موت لکھ دی ہے' صرف اسی کی ایک ذات ایسی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے' ارشاد باری ہے:

﴿ وَ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ (الرحمن: ۵۵/۲۷)

"(سب کچھ فناء ہو جائے گا) صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت و عزت والی ہے' باقی رہ جائے گی۔"

انسانی جنازوں کے لیے کچھ مخصوص احکامات ہوتے ہیں جن کا نفاذ زندہ لوگوں پر ضروری ہوتا ہے' اس ضمن میں خواتین کے مخصوص احکام و مسائل کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں:

عورت کا سوگ منانا کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ شوہر کی وفات پر عورت (۴ ماہ دس دن تک) سوگ منائے گی اور سوگ کا یہ حکم عورتوں کے لیے ہے مردوں کے لیے نہیں۔ اس کی تائید سیدہ زینب بنت جحش کی روایت سے ہوتی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عورت صرف اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔" (متفق علیہ)

سوگ کا مطلب یہ ہے کہ عورت بطور افسوس دوران عدت زیب و زینت ترک کر دے گی' نکاح نہیں کرے گی' خوشبو نہیں لگائے گی' سرمہ استعمال نہیں کرے گی' بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں جائے گی وغیرہ۔

جیسا کہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کوئی عورت اپنے خاوند کے علاوہ کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے اور درمیان عدت وہ شوخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے' سوائے یمنی چادر کے' سرمہ نہ لگائے' خوشبو استعمال نہ کرے۔ خضاب نہ لگائے' دوسروں کے لیے کنگھی نہ کرے۔ ہاں حیض کے بعد کچھ خوشبو پاکی کے لیے استعمال کرلے (تو یہ جائز ہے)۔" (متفق علیہ)

فوت شدہ عورتوں کو عورتیں ہی غسل (جنازہ) دیں گی

خواتین کو غسل (جنازہ) دینا شوہر کے علاوہ دیگر مردوں کے لیے جائز نہیں ہے' صرف شوہر اپنی بیوی کو غسل (جنازہ) دے سکتا ہے۔ اسی طرح مرد کی میت کو مرد ہی غسل (جنازہ) دیں گے' عورتیں اسے غسل نہیں دے سکتی ہیں' البتہ بیوی اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا' اور سیدہ اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) نے اپنے خاوند سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا تھا۔

خاوند اور بیوی انتقال کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں اور غسل دے سکتے ہیں۔ لیکن بعض فقہاء نے تفریق کی ہے کہ اگر شوہر مرگیا تو عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے اور تجہیز و تکفین کر سکتی ہے لیکن اگر بیوی انتقال کر گئی تو شوہر کے لیے درست نہیں کہ وہ بیوی کو دیکھے' نہلائے دھلائے اور تجہیز و تکفین کرے' یہ تفریق صحیح نہیں ہے' بلکہ بعد از وفات خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو دیکھ سکتے ہیں' بوسہ لے سکتے ہیں اور غسل دے سکتے ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس کی تائید کرتی ہے' جس میں وہ فرماتی ہیں:

((رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ جَنَازَةٍ بِالْبَقِيْعِ وَاَنَا اَجِدُ صِدَاعًا فِيْ رَأْسِيْ وَ اَقُوْلُ وَ ارَأْسَاهُ فَقَالَ بَلْ اَنَا يَا عَائِشَةُ وَ ارَأْسَاهُ مَا ضَرَّكِ' لَوْمِتِّ قَبْلِيْ لَغَسَّلْتُكِ وَ كَفَّنْتُكِ ثُمَّ صَلَّيْتُ عَلَيْكِ وَ دَفَنْتُكِ))

"رسول اللہ ﷺ جنت البقیع سے لوٹ کر آئے اس حال میں کہ مجھے سردرد ہو رہا

تھا اور میں کہہ رہی تھی "ہائے میرا سر" آپؐ نے فرمایا "نہیں بلکہ (کہو) میں اور میرا سر" اور پھر فرمایا "اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ گی تو تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ میں تمہیں غسل و کفن دوں گا اور میں تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمہیں خود دفن کروں گا۔" (مسند احمد و ابن ماجہ)

عورت کو پانچ سفید کپڑوں میں کفن دینا

عورت کی میت کو دفنانے سے قبل مندرجہ ذیل پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے:

(۱) ازار جس کو بطور تہ بند استعمال کیا جائے گا۔

(۲) خمار (اوڑھنی) جس کو اس کے سر پر باندھا جائے گا۔

(۳) قمیص جو اسے پہنائی جائے گی۔

(۴) (۵) دو لفافے، جن میں وہ مذکورہ کپڑوں کے اوپر سے لپیٹی جائے گی۔ دلیل سیدہ لیلیٰ ثقفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنْتُ فِيْمَنْ غَسَلَ أُمَّ كُلْثُوْمَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عِنْدَ وَفَاتِهَا، وَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقْوَةُ ثُمَّ الدِّرْعُ، ثُمَّ الْخِمَارُ، ثُمَّ الْمَلْحَفَةُ، ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الثَّوْبِ الْآخَرِ)) (احمد و ابوداؤد)

"سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو ان کی وفات کے وقت غسل دینے والیوں میں مَیں بھی تھی، سب سے پہلی چیز جسے آپ ﷺ نے ہمیں دیا تھا وہ ازار (تہ بند) تھا، اس کے بعد قمیص دی، پھر خمار (اوڑھنی) پھر چادر دی، اس کے بعد انہیں، دوسرے کپڑے میں لپیٹا گیا۔"

حدیث میں وارد لفظ "الحقی" کے معنی ازار (تہ بند) کے ہیں، امام شوکانی (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں: "مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے کفن میں ازار (تہ بند) قمیص، خمار (اوڑھنی) چادر اور لفافہ مشروع ہے۔" (نیل الاوطار ۴/ ۴۲)

فوت شدہ عورت کے بالوں کا حکم

اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائی جائیں گی اور

انہیں پیچھے ڈال دیا جائے گا۔ دلیل سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دینے کی صفت بیان کی ہے، فرماتی ہیں:

((فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَ أَلْقَيْنَاهُ خَلْفَهَا)) (متفق علیہ)

"ہم نے ان کے بالوں میں تین چوٹیاں بنا کر انہیں پیچھے ڈال دیا تھا۔"

جنازے کے ساتھ خواتین کے چلنے کا حکم

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا عورت کے جنازہ میں شریک ہونے کے متعلق فرماتی ہیں:

((نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ لَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا)) (متفق علیہ)

"ہمیں جنازہ کے ساتھ چلنے سے روکا گیا ہے، لیکن ہمارے اوپر بہت زور نہیں دیا گیا ہے۔"

بظاہر اس نہی (ممانعت) سے تحریم کا پتہ چلتا ہے۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے قول "لَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا" کی تفسیر و تشریح میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۳۵۵/۲۴) میں فرماتے ہیں:

"ہو سکتا ہے اس سے آپ کا مقصد یہ ہو کہ نہی (ممانعت) میں زور نہیں دیا گیا ہے، اس سے تحریم کی نفی نہیں ہوتی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے تئیں گمان کیا ہو کہ یہ نہی تحریم کے لیے نہیں ہے۔ حجت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک میں ہے نہ کہ کسی دوسرے کے ظن و تخمین میں۔"

عورت کا جنازہ قبہ نما

مردہ عورت کو قبرستان کی طرف لے جانے کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے جنازہ (لاش) کو قبہ نما تابوت میں رکھا جائے لیکن مردوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

سیدنا نافع ابو غالب کی ایک طویل حدیث ہے اس میں یہ ہے کہ لوگوں نے کہا اے ابو حمزہ انس یہ انصاری عورت کا جنازہ ہے پھر اس کو قریب لائے وہ ایک سبز قبہ نما تابوت میں تھی۔ چنانچہ سیدنا انس اس کے کولہے کے سامنے کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

(سنن ابی داوٗد)

علامہ قسطلانی نے مواہب میں ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے کہا "عورتوں کو جس طرح کفنایا جاتا ہے اس سے اس کی ہیئت معلوم ہوتی ہے میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔" اسماء نے تر ٹہنیاں منگوائیں اور انہیں موڑا پھر اس پر کپڑا ڈالا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا "کتنا اچھا ہے یہ فعل جس سے مرد و عورت کے جنازے کا فرق معلوم ہوتا ہے' لہٰذا جب میں انتقال کر جاؤں تو تم اور علیؓ مجھے نہلانا اور دیکھنا کوئی غیر نہ آئے۔" (عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد)

لہٰذا مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ عورت کی لاش ایسے تابوت یا چارپائی وغیرہ پر رکھی جائے جو قبہ نما ہو تاکہ اس سے مکمل ستر پوشی ہو اور مرد و زن کی لاش میں فرق معلوم ہو۔

عورت کا جنازہ کو اٹھانا

عورت میت کا جنازہ (لاش) نہیں اٹھائے گی خواہ وہ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا' قریبی رشتہ دار کا ہو یا عام مسلمان کا۔ چنانچہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((نُهِينَا عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ لَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا))

"ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے اور اس ممانعت میں سختی نہیں کی گئی۔ (متفق علیہ)

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا و دیگر عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیا تھا کہ جنازہ کے ساتھ باہر نہ جایا کریں۔ (فتح الباری)

مذکورہ روایتوں اور دیگر احادیث کی بناء پر تمام ائمہ کے نزدیک عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ممنوع ہے لیکن یہ نہی' نہی تحریمی ہے۔

دوسری روایت سیدنا ابو سعید خدری سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب جنازہ تیار کر کے رکھا جاتا ہے اور مرد اپنے کاندھوں پر اسے اٹھا لیتے ہیں پس اگر مرنے والا نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے "مجھے آگے بڑھاؤ۔" (یعنی جلد قبرستان لے چلو) اور

اگر بد ہوتا ہے تو کہتا ہے "ہائے افسوس! یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں" اور ایسی خوفناک چیخ مارتا ہے جسے انسان کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے اگر انسان اس آواز کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری' نسائی)

عورت کا میت کے ساتھ قبرستان جانا

عورت میت کے ساتھ قبرستان نہیں جائے گی' مرد جائیں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک میت کو دفنایا۔ دفن کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹے یہاں تک کہ میت کے مکان تک پہنچے۔ وہاں آپ ٹھہر گئے۔ دیکھا تو ایک عورت سامنے سے چلی آ رہی ہے' راوی کہتے ہیں کہ میں نہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو پہچان لیا' جب وہ عورت چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کس لیے نکلیں؟" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا "میں اس گھر میں آئی تھی تاکہ میت کے گھر والوں کو تسکین دوں و تعزیت کروں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شاید ان لوگوں کے ساتھ قبرستان گئیں تھیں۔" فرمایا "معاذ اللہ! میں تو آپ سے اس کا بیان سن چکی ہوں۔" آپ نے فرمایا "اگر تم ان لوگوں کے ساتھ قبرستان جاتیں تو میں ایسا کرتا۔" (سختی سے منع فرمایا)۔ (سنن ابی داوُد)

خواتین کے لیے قبروں کی زیارت حرام ہے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ)) (احمد' ابن ماجہ' ترمذی نیز ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی (بکثرت) زیارہ کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ بالکل واضح بات ہے کہ اگر خواتین کے لیے اس کے دروازے کو کھول دیا گیا تو

ان کے اندر پائی جانے والی کمزوری' کثرت جزع و فزع اور قلت صبر کی وجہ سے ان کا معاملہ چیخ و پکار' آہ وزاری اور نوحہ وگریہ وزاری پر جاکر ختم ہو گا' مزید برآں یہ عمل ان کی گریہ و زاری کی وجہ سے مُردہ کی اذیت و تکلیف کا بھی باعث بنے گا' کیونکہ اس میں عورتوں کی آواز اور ان کی شکل و صورت کی وجہ سے زندوں کے لیے فتنہ کا سامان بھی ہے' جیساکہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے:

((فَإِنَّكُنَّ تُفْتِنَّ الْحَيَّ وَ تُؤْذِيْنَ الْمَيِّتَ))

''تم لوگ زندوں کو فتنوں میں اور مردوں کو اذیت میں مبتلا کرنے والی ہو۔''

جب قبروں کی زیارت خواتین کے لیے خود ان کے حق میں اور دوسرے مرد حضرات کے حق میں بہت سے محرمات کا سبب اور پیش خیمہ بنتی ہے اور یہاں حکمت و مصلحت کی کوئی تحدید و تعیین نہیں کی گئی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں کسی ایسی مقدار کی حد بندی ممکن نہیں ہے جو ان محرمات تک نہ لے جانے والی ہو' یا اسی طرح ایک نوع (کی زیارت) کا دوسرے نوع (کی زیارت) سے الگ و ممتاز کرنا بھی ممکن نہیں ہے' اور شریعت کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کسی حکم کے اندر حکمت مخفی ہو' یا غیر منتشر ہو تو حکم کو حکمت کے اندیشے پر معلق کر کے اس باب کو ہی سد ذریعہ کے طور پر حرام قرار دے دیا جائے گا' جس طرح فتنوں کے پیش نظر غیر ظاہری زیب و زینت کی طرف نظر کرنا' اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونا' اسی نوعیت کی دیگر نگاہیں حرام و ممنوع ہیں۔ خواتین کی قبروں کی زیارت میں سوائے میت کے حق میں دعاء کے اور کوئی مصلحت نہیں پائی جاتی ہے' جو گھر میں رہ کر بھی ممکن ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ (۲۴/ ۳۴۵)

نوحہ اور گریہ و زاری کی حرمت

میت کو یاد کر کے بآواز بلند اس پر رونا' بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کپڑے پھاڑنا' رخساروں پر تھپڑ مارنا' بال نوچنا' چہرہ سیاہ کرنا یا نوچنا' ہلاکت و بربادی کی دعائیں کرنا' اسی طرح کے دیگر تمام اعمال جن سے قضاء و قدر پر عدم اعتماد اور بے صبری ظاہر ہوتی ہو سب نوحہ میں داخل ہیں اور یہ سارے اعمال حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ دلیل صحیحین کی وہ حدیث ہے

جس میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ))

"وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو تھپڑ مارے' گریبان چاک کرے' اور جاہلیت کی پکار پکارے۔"

صحیحین ہی میں یہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے صالقہ' حالقہ اور شاقہ سے اپنی برأت ظاہر کی ہے۔

صالقہ: مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔

حالقہ: مصیبت کے وقت سر منڈانے والی عورت کو کہتے ہیں۔

شاقہ: مصیبت کے وقت کپڑوں کو پھاڑنے والی عورت کو کہتے ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَعِمَةَ))

لفظ (مُسْتَمِعَة) سے مراد وہ عورت ہے جو بالقصد نوحہ سننے جائے' اور اس کو نوحہ پسند ہو۔

مسلم خواتین کو مصیبت کے وقت ان حرام کاموں سے بچنا بہت ضروری ہے' مصیبت کے وقت صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی توقع رکھنا چاہیئے' مصیبت کے وقت یہی طرز عمل ان کے گناہوں کے لیے کفارہ اور نیکیوں میں زیادتی کا سبب بن سکتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ أُولٰئِكَ عَلَيْهِم صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۲/۱۵۵۔۱۵۷)

"اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے' دشمن کے ڈر سے'

بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے، اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

مصیبت کے وقت صبر کرنا تب ہی فائدہ دیتا ہے کہ جب وہ مصیبت کی ابتداء یعنی مصیبت پہنچنے کے فوری بعد کیا جائے۔ ویسے رو دھو کر واویلا ہاؤ ھو کرنے کے بعد صبر کا مظاہرہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کو تعلیم ہی یہی ہے اور یہی تعلیم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمیں دی ہے۔ جس کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں ہو چکا ہے۔ اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے سیدنا ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ابن آدم! اگر تُو صبر کرے اور صدمہ اولیٰ [1] (تکلیف کی ابتداء) کے وقت اجر کی امید رکھے، تو میں تیرے لیے جنت سے کم کسی ثواب (جزا) پر راضی نہ ہوں گا۔" [2]

ہاں! موت کے وقت اس طرح رونا کہ اس میں گریہ و زاری نوحہ اور دیگر ایسے حرام اور ناجائز کام نہ پائے جائیں جن میں قضاء و قدر سے ناراضگی اور عدم رضا ظاہر ہو، جائز ہے۔ کیونکہ رونے سے میت پر شفقت اور رقت قلب کا پتہ چلتا ہے اور اس نوعیت کی بکاء پر قابو پانا بھی ناممکن ہے، اسی وجہ سے اس کو مباح بلکہ بعض حالات میں مستحب قرار دیا گیا ہے، واللہ المستعان۔

---

[1] اس میں وہ حدیث مبارکہ بھی آتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو اس کے بیٹے کی وفات پر ایسے الفاظ فرمائے تھے۔

[2] سنن ابن ماجہ (۵۰۹/۱ حدیث ۱۵۹۷) مصباح الزجاجہ (۴۹/۲) صحیح سنن ابن ماجہ (۲۶۶/۱) بوصیری نے اس کو صحیح جبکہ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔

فصل ہفتم

روزے سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

ماہ رمضان کے روزے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں' روزہ کو اسلام میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت حاصل ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

آیت میں (كُتِبَ) کے معنی ہیں فرض کیا گیا۔ جب لڑکی سن تکلیف (بلوغت کی عمر) کو پہنچ جائے بایں طور کہ علامات بلوغت میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے' انہی میں سے حیض کا آنا بھی ایک علامت ہے' تو ایسی لڑکی کے حق میں روزہ واجب ہو جاتا ہے۔ بعض بچیوں کو نو سال کی عمر میں ہی حیض شروع ہو جاتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ حیض شروع ہو جانے کے بعد روزہ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو کم عمر سمجھ کر روزہ نہیں رکھتی اور نہ ہی اس کے اہل خاندان اسے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل اسلام کے ایک اہم اور عظیم رکن کو ترک کر کے زبردست تساہلی اور سستی اختیار کرنے کے مترادف ہے' اگر کسی عورت سے اس قسم کی کوتاہی کا بچپن میں صدور ہوا ہو تو اس پر ان تمام روزوں کی قضاء ضروری ہے جنہیں اس نے ابتداء حیض میں ترک کیا تھا' خواہ اس پر ایک لمبی مدت گزر گئی ہو' کیونکہ یہ تمام روزے

اس کے ذمہ باقی ہیں۔[1]

کن لوگوں پر روزہ رکھنا واجب ہے؟

ماہ رمضان کے شروع ہو جانے پر ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت پر جو حالت صحت میں ہو اور مقیم ہو (یعنی حالت سفر میں نہ ہو) رمضان کے روزے فرض ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی مرد یا عورت اس مہینہ میں بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ افطار کر سکتا ہے' یعنی اس کو روزہ نہ رکھنے کی چھوٹ حاصل ہے۔ البتہ (شفایابی یا سفر کی حالت ختم ہونے کے بعد) رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گا' ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (البقرہ: ۲/۱۸۵)

"تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے' ہاں جو جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے۔"

اسی طرح ایسا عمر دراز مرد یا ایسی عمر دراز خاتون جس کو روزے کی استطاعت نہ ہو' یا ایسا دائمی مریض جس کے مرض کے زائل ہونے اور اس کی شفایابی کی توقع نہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت' وہ بھی افطار کر سکتے ہیں (یعنی روزہ چھوڑ سکتے ہیں) ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ملک کی عام غذا سے نصف صاع دینا ضروری ہو گا۔ دلیل فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ (البقرہ: ۲/۱۸۴)

"اور جو لوگ اس کی مشقت طاقت رکھنے والے ہیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت ایسے عمر دراز بوڑھے شخص کے بارے میں ہے جس کی شفایابی کی امید نہیں ہوتی۔ (بخاری)

اور ایسا مریض جس کی بیماری سے شفایابی کی توقع نہ ہو وہ بھی عمر دراز بوڑھے شخص

---

[1] روزوں کی قضاء کے ساتھ ہر دن کے بدلے نصف صاع گیہوں مساکین کو دینا ضروری ہے۔

کے حکم میں ہو گا' عدم استطاعت کی وجہ سے ان دونوں پر روزہ کی قضاء نہیں ہے۔ آیت میں (یُطِیْقُوْنَهُ) کے معنی ہیں: نہایت مشقت کے ساتھ برداشت کرنا۔

خواتین کو مخصوص طور پر چند اعذار کی وجہ سے ماہ رمضان میں افطار کی اجازت ہے لیکن عذر کی وجہ سے ترک کیئے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہے۔ وہ اعذار جن کی وجہ سے خواتین روزہ ترک کر سکتی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

حیض و نفاس کا عارضہ

ان دونوں حالتوں میں عورتوں کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے' لیکن دیگر ایام میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء ان پر واجب ہے۔ دلیل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو صحیحین میں مروی ہے جس میں آپ فرماتی ہیں:

((كُنَّا نُؤمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلاَ نُؤمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ))

"ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا' نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔"

آپ (رضی اللہ عنہا) نے یہ بات ایک عورت کے اس استفسار پر فرمائی تھی کہ "کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی؟" تو آپؓ نے مذکورہ جواب کے ذریعہ یہ وضاحت فرما دی کہ یہ امر توقیفی ہے جس میں عقل و قیاس کا دخل نہیں ہے' اس میں شریعت کے حکم کی اتباع کی جائے گی۔

حالت حیض میں روزے کی ممانعت کا راز

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حالت حیض میں روزے کی ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حیض کی وجہ سے آنے والے خون میں خون کا نکلنا پایا جاتا ہے' جبکہ حائضہ کے لیے ممکن ہے کہ حیض کے ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھے جن میں خون کا نکلنا نہیں پایا جاتا ہے' لہٰذا ایسی صورت میں اس کا روزہ رکھنا معتدل ہو گا کیونکہ اس میں جسم کو تقویت پہنچانے والے بلکہ جسم کے اصل مادہ کا نکلنا نہیں پایا جاتا ہے' حالت حیض میں روزہ رکھنے سے وجوبی طور پر لازم آئے گا کہ جسم کا اصل مادہ بھی خارج ہو جو اس کے جسم کی کمی اور خود اس کے ضعف کا سبب بنتا ہے اور

ساتھ ہی روزے کا حد اعتدال سے بھی خروج لازم آئے گا۔ خواتین کو اسی بناء پر اوقات حیض کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔" مجموع الفتاوی (۲۵۱/۱۵)

حمل و رضاعت حالت حمل اور حالت رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی حالت) میں روزہ رکھنے سے خود عورت کو یا بچہ کو یا ایک ساتھ دونوں کو نقصان اور ضرر لاحق ہو سکتا ہے لہٰذا عورت ان دونوں حالتوں میں افطار کر سکتی ہے (یعنی روزہ چھوڑ سکتی ہے) اگر ضرر (نقصان) جس کے پیش نظر اس نے روزہ ترک کیا ہے محض بچے کو لاحق تھا تو چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گی اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی' اور اگر ضرر عورت کو بھی لاحق تھا تو اس پر صرف قضاء ضروری ہے کیونکہ آیت:

﴿ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ (البقرہ: ۱۸۴/۲)

"اور جو لوگ اس کی بمشقت طاقت رکھنے والے ہیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں۔"

کے عموم میں حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) بھی داخل ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۳۷۹/۱) میں فرماتے ہیں: "مذکورہ آیت میں مفہوم میں حاملہ اور مرضعہ بھی شامل مانی جائیں گی بشرطیکہ انہیں اپنے اور اپنے بچوں پر خوف لاحق ہو۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر حاملہ اپنے جنین (پیٹ کے بچہ) پر خوف محسوس کرتی ہو تو افطار کرے گی' اور ہر دن کے بدلے ایک دن روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک مسکین کو ایک رطل [1] روٹی کھلائے گی۔ (مجموع الفتاوی (۳۱۸/۲۵)

تنبیہ ① مستحاضہ (استحاضہ والی عورت) جس کو ایسا خون آ رہا ہو جسے حیض کا خون نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے' اس پر روزہ فرض

---

[1] رطل: ۴۰۸ گرام کے مساوی ہوتا ہے ملاحظہ ہو' الایضاح و التبیان فی معرفة المکیال و المیزان (ص ۵۶ حاشیہ)

ہے' اس کے لیے افطار (روزہ کا ترک کرنا) جائز نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حائضہ عورت کے افطار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "برخلاف مستحاضہ کے' اس لیے کہ استحاضہ کا خون تمام اوقات میں آتا ہے' اس کا کوئی مخصوص و متعین وقت نہیں ہے کہ اس کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھنے کا اسے حکم دیا جائے' اس سے بچنا بھی ناممکنات میں سے ہے' جس طرح از خود قے آ جانا' زخم اور پھوڑوں کی وجہ سے خون کا نکلنا اور احتلام وغیرہ ہیں' ان کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہوتا کہ ان سے احتراز کیا جائے' لہٰذا یہ تمام امور روزہ کے منافی نہیں قرار دیئے جائیں گے جس طرح حیض کے خون کو قرار دیا گیا ہے۔" (۲۵/۲۵۱)

﴿۲﴾ حائضہ' حاملہ اور مرضعہ کو چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء دوسرے رمضان کے آنے تک واجبی طور پر کر لینی چاہیئے' قضا میں جتنی جلد بازی سے کام لیا جائے اتنا ہی زیادہ بہتر ہے' اگر اگلے رمضان شروع ہونے میں اتنے ہی دن باقی رہ گئے ہوں جتنے دن اس نے روزہ ترک کیا ہے تو پچھلے رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء واجب ہو جاتی ہے' اسے لازمی طور پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کر لینی چاہیئے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرا رمضان شروع ہو جائے اور اس پر پچھلے رمضان کے روزوں کی قضاء باقی ہو' اور اگر ایسا ہو گیا کہ پچھلے رمضان کے روزوں کی قضاء کے بغیر دوسرا رمضان شروع ہو گیا اور تاخیر کا کوئی عذر معقول نہ ہو تو چھوٹے روزوں کی قضاء کے ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلانا ہو گا اور اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہو تو صرف روزوں کی قضاء کی جائے گی۔ اسی طرح ان تمام لوگوں کا مذکورہ تفصیل کے مطابق ہی معاملہ ہو گا جن پر بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء ہے کیونکہ وہ بھی انہی عورتوں کے حکم میں ہوں گے جنہوں نے حیض کی وجہ سے روزہ ترک کیا تھا۔

﴿۳﴾ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے' دلیل امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ اور دیگر محدثین کی روایت کردہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ أَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ))

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ روزہ رکھے اور اس کا شوہر موجود ہو مگر اس کی اجازت سے۔"

امام احمد اور امام ابوداؤد رحمہما اللہ کے یہاں بعض روایات میں (الا رمضان) کا اضافہ ہے' یعنی رمضان کے روزوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے' ان کے لیے خاوند کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر شوہر نے نفلی روزوں کی اجازت دے دی ہو یا وہ موجود نہ ہو یا کسی کا شوہر ہی نہ ہو تو ایسی عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ خصوصاً جن ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت وارد ہے' مثال کے طور پر دو شنبہ و جمعرات کے دن' ہر ماہ میں تین دن (ایام بیض) شش عیدی روزے' ذی الحجہ کے دس دن' عرفہ کا دن' عاشوراء کا دن ایک دن ما قبل یا ایک دن ما بعد کے ساتھ۔ ان تمام ایام میں روزے کی بڑی فضیلت ہے' البتہ رمضان کے روزوں کی قضاء اگر اس پر ہے تو پہلے روزوں کی قضاء کرے گی' قضاء کے بغیر نفلی روزے رکھنا مناسب نہیں ہے' واللہ اعلم۔

(۴) حائضہ اگر رمضان میں دن کے وقت حیض سے پاک ہوئی ہے تو اسے دن کے بقیہ حصہ کو کچھ کھائے پیئے بغیر گذارنا چاہیئے' اور حیض کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کے ساتھ اس دن کی بھی قضاء کرے گی جس دن اس نے طہارت حاصل کی تھی' اس دن کے بقیہ حصہ کو کچھ کھائے پیئے بغیر گزارنا رمضان کے ادب و احترام میں واجب ہے۔

حیض والی عورتیں رمضان کیسے گزاریں

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جائے اور خواتین کو حیض و استحاضہ کے مسائل لاحق ہو جائیں' اس صورت میں وہ کیا کریں۔ اس کے متعلق مختلف پیدا ہونے والے

مسائل کے حل الشیخ صالح العثیمین پیش کرتے ہیں اور مختلف سوالات کے جوابات دیتے ہیں جن کو یہاں ترتیب وار درج کر رہے ہیں۔

س: اگر عورت فجر کے فوراً بعد پاک ہو جائے تو رک جائے یا روزہ رکھ لے۔ وہ روزہ شمار ہو گا یا اس دن کے روزے کی قضاء دینی پڑے گی؟

ج: طلوعِ فجر کے فوراً بعد عورت کے پاک ہو جانے اور اس دن روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں علماء کی دو آراء ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ اس دن کے بقیہ حصے میں عورت (کھانے پینے سے تو) رکی رہے مگر اسے روزہ شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی قضاء اس پر واجب ہو گی۔ امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے۔ (جیسا کہ ابھی ہم نے پیچھے یہ مؤقف بیان کیا ہے شیخ صاحب اس کو مرجوع ثابت کرتے ہوئے' اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں)

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس دن کا روزہ درست نہیں ہو گا' کیونکہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں حائضہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی اہل نہیں تھی لہٰذا اس پر دن کے بقیہ حصے میں کھانے پینے سے رکے رہنا واجب نہیں ہے جب اس کا روزہ رکھنا ہی صحیح نہیں تو پھر کھانا پینا ترک کرنا بھی بے فائدہ ہے۔

رمضان کے اس روز کا اس پر احترام واجب نہیں کیونکہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں ان لوگوں میں شامل تھی جنہیں روزہ چھوڑنے کا حکم ہے۔ بلکہ اس پر اس دن کی ابتداء میں روزہ رکھنا حرام تھا۔ جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ روزے کا شرعی مفہوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والے امور سے مجتنب رہنا ہے۔

ہمارے خیال میں کھانے پینے سے رکے رہنے والے پہلے قول کی نسبت دوسرا قول قابل ترجیح ہے۔

یاد رہے کہ دونوں صورتوں میں اس روز کے روزے کی قضاء دینا لازم ہے۔

س: کیا حالت حیض اور نفاس میں مبتلا عورت رمضان کے دنوں میں کھا پی سکتی ہے؟

ج: جی ہاں انہیں رمضان کے ایام میں کھانے پینے کی اجازت ہے۔
اگر گھر میں بچے ہوں تو ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر کھانا بہتر ہے کیونکہ سامنے کھانے سے ان کے ذہن میں کئی اشکال پیدا ہوں گے۔

س: اگر کسی عورت کو حیض آنے والا محسوس ہو یا اسے ماہواری کی درد ہونے لگے لیکن غروب آفتاب سے قبل حیض کا خون جاری نہ ہو تو کیا اس دن کا روزہ صحیح ہو گا یا اس کی قضاء دینا پڑے گی؟

ج: ایسی عورت جو حالت طہارت میں ہو اور اسے روزے کے دوران حیض کی آمد یا حیض کی تکلیف محسوس ہونے لگے لیکن حیض کا خون غروب آفتاب کے بعد جاری ہو۔ اس کا اس دن کا روزہ صحیح ہو گا۔ اگر فرض روزہ تھا تو اسے دہرانے کی ضرورت نہیں اور اگر نفل روزہ تھا تو اس کا ثواب ضائع نہیں ہو گا۔

حالت استحاضہ میں روزے کا حکم

س: حیض اور نفاس کے علاوہ آنے والے خون کا کیا حکم ہے؟ کیا اس صورت میں رمضان کے مہینے میں روزے ترک کر دیے جائیں گے؟

ج: حیض اور نفاس کے علاوہ عورت کو جو خون بھی آئے اس پر نماز اور روزہ واجب ہو گا' اسے ہر نماز کے لیے الگ وضوء کرنا ہو گا۔ وہ نماز اور روزہ ترک نہیں کرے گی۔

روزے کی قضاء

س: ایک عورت کا کہنا ہے کہ وہ نفاس کی وجہ سے رمضان کے سات روزے نہیں رکھ سکی۔ دوبارہ ماہ رمضان آنے تک ان کی قضاء بھی نہیں دی۔ دوسرے سال رمضان میں پھر سات روزے نہیں رکھے۔ اس بار وہ بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ اپنی بیماری کی وجہ سے وہ پھر قضاء نہیں دے سکی۔ اب اسے کیا کرنا چاہیئے جبکہ تیسرا رمضان بھی آنے والا ہے؟

ج: سوال میں مذکور صورت حال کے مطابق اگر عورت بیماری کی وجہ سے قضاء نہیں دے سکتی تو خواہ دوسرا رمضان ہی کیوں نہ آ جائے جب بھی اسے استطاعت ہو قضاء دے سکتی ہے۔ کیونکہ وہ معذور ہے۔ لیکن اگر اسے کوئی عذر نہیں بلکہ وہ بہانہ تراشتی اور

سستی سے کام لے رہی ہے تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ ایک رمضان کے روزے کی قضاء دوسرے رمضان کی آمد تک مؤخر کر دے۔

لہٰذا عورت کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے اگر اسے کوئی عذر نہیں تو وہ گناہ گار ہے' اسے توبہ کرنی چاہیئے اور فوراً اپنے ذمہ روزہ کی قضاء دینی چاہیئے لیکن اگر اسے کوئی عذر درپیش ہے تو ایک سال یا دو سال تک بھی روزہ مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عورت کا اعتکاف میں بیٹھنا

عورت اگر اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو اسے شوہر کی اجازت لینی ضروری ہے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہے۔ لیکن مرد کے اعتکاف کے لیے عورت کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرنا چاہتے تو فجر کی نماز پڑھتے پھر اعتکاف گاہ میں پہنچ جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے اعتکاف کرنا چاہا تو اعتکاف گاہ بنانے کا حکم دیا' اعتکاف گاہ بنا دی گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی دیکھ کر ایسا ہی کیا اور دیگر ازواج مطہرات نے بھی ایسا ہی کیا۔ نماز فجر کے بعد ان اعتکاف گاہوں پر آپ کی نظر پڑی تو فرمایا "یہ کیا ہے؟ کیا خیر و اطاعت کا ارادہ ہے؟" چنانچہ آپؐ نے اسے گرا دیا اور اعتکاف کو دس شوال تک کے لیے مؤخر کر دیا۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیوی کو اعتکاف بیٹھنے سے روک سکتا ہے اور اعتکاف گاہ سے نکال سکتا ہے۔ بشرطیکہ اعتکاف نفلی ہو۔ (فقہ السنہ)

لیکن اگر اعتکاف واجبی ہے تو شوہر کو روکنے کا حق نہیں' نیز اگر اعتکاف استحبابی ہے تو اعتکاف شروع کرنے کے بعد بھی شوہر اسے توڑ سکتا ہے اور اسے مؤخر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔

عورت اعتکاف کہاں بیٹھے

دنیاوی علائق سے الگ تھلگ ہو کر تقرب الٰہی کی نیت سے کچھ وقت مسجد میں قیام کرنے کو شرعاً اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر اگر تقرب الٰہی کی نیت نہ ہو یا تقرب الٰہی کی نیت تو ہے لیکن مسجد میں

قیام نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں کو شرعی اعتکاف نہیں کہا جائے گا۔ مسجد کی شرط اس لیے ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور جب تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان (بیویوں) سے مباشرت نہ کرو۔" (البقرہ: ۲/۱۸۷)

اس آیت کریمہ میں مساجد کا بطور خاص ذکر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ اس بنا پر عورتوں کا گھروں میں اعتکاف کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ انہیں بھی اعتکاف مسجد میں ہی بیٹھنا چاہیئے۔

عورت اگر اعتکاف بیٹھنا چاہے تو وہ بھی مسجد ہی میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ ازواج مطہرات بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ بھی رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویوں نے مسجد میں اعتکاف کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی' تو انہوں نے مسجد میں خیمہ لگا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ اس لیے عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو مسجد ہی میں اس کا انتظام کرنا پڑے گا۔ البتہ اسے مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا:

- عورت کے لیے مردوں سے بایں طور پر الگ انتظام ہو کہ مردوں کے ساتھ اختلاط کا قطعاً کوئی امکان باقی نہ رہے' کیونکہ اختلاط کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے پسند نہیں کیا ہے۔
- خاوند سے اعتکاف بیٹھنے کی اجازت حاصل کی جائے بصورت دیگر اعتکاف صحیح نہیں ہو گا۔
- بحالت اعتکاف مخصوص ایام کے آجانے کا بھی اندیشہ نہ ہو۔
- کسی قسم کے فتنہ و فساد کا خطرہ بھی نہ ہو۔
- خورد و نوش اور دیگر لوازم کا باقاعدہ انتظام ہو' تاکہ باہر جانے کی ضرورت نہ پڑے۔

اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو عورتوں کے لیے اعتکاف سے اجتناب زیادہ بہتر ہے۔ ایسے حالات میں گھر کے کسی گوشہ میں شوق عبادت پورا کر لینا چاہیئے' لیکن اسے شرعی اعتکاف نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی اعتکاف کی پابندیاں اور حدیث میں وارد احکام اس پر عائد ہوں گے۔

فصل ہشتم

حج و عمرہ سے متعلق خواتین کے مخصوص مسائل

خانہ کعبہ کا سالانہ حج امت اسلامیہ پر فرض کفایہ ہے' اور ہر اس مسلم فرد پر جس کے اندر حج کے شرائط متوفر ہوں زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے' ایک سے زائد بار حج نفل شمار ہو گا۔ حج اسلام کا ایک رکن ہے نیز مسلم خواتین کے حق میں جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هَل عَلَى النِّسَآءِ جِهَادٌ؟ قَالَ : نَعَمْ ' عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ لاَ قِتَالَ فِيْهِ' اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))

"یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! ان پر ایک ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے' وہ حج و عمرہ ہے۔"

(امام احمد' امام ابن ماجہ رحمہما اللہ نے صحیح سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ' أَفَلاَ نُجَاهِدُ ؟ قَالَ : لٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ))

"یا رسول اللہ! ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں' کیا ہم جہاد نہ کریں؟" آپ نے فرمایا: "لیکن تمہارے لیے سب سے افضل جہاد حج مقبول ہے۔"

حج سے متعلق خواتین کے چند مخصوص مسائل حسب ذیل ہیں۔

حج کی فرضیت کے لیے شریعت میں مذکور شرائط

محرم: حج کی فرضیت کے لیے مرد و زن کے حق میں چند عام شرائط ہیں جو یہ ہیں: اسلام، عقل، حریت (آزادی) بلوغت، اور مالی استطاعت۔

خواتین کے حق میں ایک مخصوص شرط ایسے محرم کا وجود بھی ہے جو اس کے ساتھ سفرِ حج کے لیے نکل سکے، محرم خود اس کا خاوند ہو گا یا ایسا شخص ہو گا جس پر عورت ہمیشہ کے لیے بسبب نسب حرام ہو گی، جیسے اس کے والد، یا بھائی، یا بیٹا، یا کسی مباح سبب کی وجہ سے حرام ہو گی، جیسے رضاعی بھائی، یا اس کی والدہ کا شوہر یا اس کے شوہر کا لڑکا۔ دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ: فَانْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ))

"کوئی (اجنبی) مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں نہ ہو مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو، اور عورت بغیر محرم کے سفر پر نہ نکلے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: "یا رسول اللہ! میری بیوی حج میں نکلی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوہ (جنگ) میں اپنا نام لکھوایا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔" (متفق علیہ)

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةً إِلَّا مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ)) (متفق علیہ)

"عورت تین (دن) کا سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔"

اس سلسلے میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے عورت کے بغیر محرم حج یا غیر

حج میں نکلنے کی سخت ممانعت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ عورت ایک کمزور مخلوق ہے' سفر میں ایسی مختلف پریشانیاں اور عوارض پیش آ سکتے ہیں جن کا مقابلہ صرف مرد ہی کر سکتے ہیں۔ نیز عورت بدقماش اور اوباش قسم کے لوگوں کی بدنیتی اور حرص و طمع کا نشانہ بن سکتی ہے' لہٰذا ایسے محرم کا ساتھ ہونا جو اس کو تحفظ فراہم کر سکے اور پریشانیوں سے اسے نجات دلا سکے اشد ضروری ہے۔ عورت کے ساتھ حج کے لیے نکلنے والے محرم میں عقل' بلوغت اور اسلام کی شرط ضروری ہے کیونکہ کافر قابل اعتماد نہیں ہو سکتا' اگر عورت محرم کی جانب سے ناامید ہو جائے تو لازمی طور پر کسی سے حج بدل کرائے گی۔

نفلی حج کے لیے عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لینی ضروری ہے

کیونکہ حج میں نکلنے کی وجہ سے اس کے اوپر شوہر کے جو حقوق عائد ہیں وہ ضائع ہو جائیں گے۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "نفلی حج سے خاوند اپنی بیوی کو منع کر سکتا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے اس پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو نفلی حج کے لیے نکلنے سے روک سکتا ہے' کیونکہ شوہر کا حق بیوی پر واجب ہے' لہٰذا کسی غیر واجب عمل کے ذریعہ اس واجب عمل کو ضائع نہیں کر سکتی' جس طرح آقا کا معاملہ اس کے اپنے غلام کے ساتھ ہے۔" المغنی (۲۴۰/۳)

عورت حج بدل کر سکتی ہے

شیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۱۳/۲۶) میں لکھتے ہیں:

باتفاق علماء ایک عورت دوسری عورت کا حج بدل کر سکتی ہے' خواہ لڑکی ہو یا کوئی دوسری عورت' اسی طرح ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک عورت مرد کا حج بدل کر سکتی ہے' کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعمی عورت کو اپنے والد کی جانب سے حج کرنے کا حکم دیا تھا' جس وقت اس نے یہ کہا تھا:

((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ فِيْ الْحَجِّ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ' فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحُجَّ عَنْ أَبِيْهَا))

”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج نے میرے والد کو پا لیا ہے (یعنی حج میرے والد پر فرض ہو گیا ہے) لیکن وہ بہت بوڑھے ہیں‘ تو رسول اکرم ﷺ نے اس عورت کو اپنے والد کی جانب سے حج کرنے کی ہدایت کی تھی۔“

یہ الگ بات ہے کہ مرد کا احرام عورت کے احرام کی بہ نسبت زیادہ مکمل ہوتا ہے۔

دوران سفر حج عورت کو پیش آمدہ مسائل

اگر سفر حج کے دوران عورت حیض یا نفاس میں مبتلا ہو جائے تو وہ اپنا سفر حج جاری رکھے گی‘ اگر عین احرام کے وقت حیض یا نفاس میں مبتلا ہوئی ہے تو وہ دیگر پاک و صاف عورتوں کی طرح احرام باندھے گی‘ کیونکہ احرام باندھنے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے‘ علامہ ابن قدامہ المغنی (۳/۲۹۳۔ ۲۹۴) میں لکھتے ہیں: ”حاصل کلام یہ کہ خواتین کے لیے احرام کے وقت مردوں کی طرح غسل مشروع ہے کیونکہ یہ ایک نسک (عمل حج) ہے اور حیض و نفاس والی عورتوں کے حق میں یہ غسل زیادہ اہم ہو جاتا ہے‘ کیونکہ ان دونوں کے متعلق حدیث وارد ہے‘ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ ؟ قَالَ : اِغْتَسِلِي وَ اسْتَثْفِرِي بِثَوْبٍ وَ أَحْرِمِي)) (متفق علیہ)

یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے یہاں محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی‘ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: غسل کر کے لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلنُّفَسَاءُ وَالْحَائِضُ إِذَا أَتَيَا عَلَى الْوَقْتِ يُحْرِمَانِ وَ يَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ)) (ابوداؤد)

”حیض و نفاس والی خواتین بھی میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لیں گی‘ اور تمام

اعمال حج بجالائیں گی سوائے خانہ کعبہ کے طواف کے۔"

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبکہ وہ حالت حیض میں تھیں حج کا احرام باندھنے کے لیے غسل کا حکم دیا تھا۔

احرام کے وقت حیض و نفاس والی خواتین کے غسل کا مقصد نظافت حاصل کرنا اور ناپسندیدہ بو کا ختم کرنا ہے تاکہ بھیڑ کے وقت لوگ اس سے اذیت نہ محسوس کریں' اسی طرح نجاست میں تخفیف مقصود ہے۔

اگر حالت احرام میں عورت کو نفاس یا حیض آجائے تو اس سے احرام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا' چنانچہ وہ حالت احرام ہی میں باقی رہے گی' تمام ممنوعات احرام سے اجتناب کرے گی' البتہ بیت اللہ کا طواف حیض و نفاس سے پاک ہوئے بغیر اور غسل (طہارت) کیے بغیر نہیں کر سکتی' اگر عرفہ کے دن بھی وہ نہیں پاک ہو سکی اور اس نے حج تمتع کا احرام باندھ رکھا تھا تو وہ حج کو عمرہ میں داخل کر کے حج کا احرام باندھ لے گی' اس طرح وہ قارنہ (یعنی حج قران کرنے والی) ہو جائے گی' اس لیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا جب ان کو حیض آگیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں' آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

((مَا يُبْكِيكِ ؟ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ' قَالَ : هٰذَا شَيْءٌ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ' اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِيْ بِالْبَيْتِ)) (بخاری و مسلم)

"کیوں رو رہی ہو؟ شاید تمہیں حیض آگیا ہے؟" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "جی ہاں" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم (خواتین) پر لکھ دی ہے' حج کے تمام ارکان ادا کرو سوائے طواف کعبہ کے۔"

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے: اس کے بعد رسول اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ بیٹھی رو رہی ہیں' دریافت

فرمایا: کیا بات ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "مجھے حیض آ گیا ہے' لوگ (عمرہ سے) حلال ہو گئے اور میں نہیں ہوئی' اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کیا جبکہ طواف کرنے کے بعد اب لوگ حج کے لیے نکل رہے ہیں' آپ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا أَمْرٌ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ' فَاغْتَسِلِي ثُمَّ أَهِلِّيْ' فَفَعَلَتْ وَ وَقَفَتْ الْمَوَاقِفَ كُلَّهَا حَتّٰى إِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَ بِالصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ' ثُمَّ قَالَ: قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَ عُمْرَتِكِ جَمِيْعًا))

"یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنات آدم (خواتین کے) حق میں مقدر کر دیا ہے' لہٰذا غسل کر کے تلبیہ پکارنا شروع کر دو' انہوں نے ایسا ہی کیا' تمام مواقف میں وقوف کیا' جب وہ پاک و صاف ہو گئیں تو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی' اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: "اب تم اپنے حج و عمرہ دونوں سے حلال ہو گئیں۔"

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں: "صحیح احادیث سے واضح طور پر ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے پہل عمرہ کا تلبیہ پکارا تھا (یعنی عمرہ کا احرام باندھا تھا) اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جس وقت آپ حائضہ ہو گئیں حج کا تلبیہ پکارنے کا حکم دیا تھا (یعنی حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا) تو اس طرح آپ قارنہ ہو گئیں' اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا تھا:

((يَكْفِيْكِ طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ لِحَجِّكِ وَ عُمْرَتِكِ))

"خانہ کعبہ کا تمہارا (ایک) طواف اور صفا و مروہ کی تمہاری (ایک) سعی تمہارے حج و عمرہ دونوں کے لیے کافی ہے۔" (تہذیب السنن (۲/۳۰۳)

عورت کا طواف کعبہ

عورتوں کا طواف کرتے وقت بیت اللہ شریف سے کچھ دور رہنا ہی زیادہ افضل ہے تاکہ عورتوں کا مردوں سے اختلاط نہ ہو لیکن مردوں کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

سیدنا ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو سیدنا عطاء نے اس وقت یہ مسئلہ بتایا جس

وقت ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء نے کہا آپ ان کو کیوں منع کرتے ہیں جبکہ ازواج مطہرات نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے؟" ابن جریج نے پوچھا "یہ پردہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا؟" سیدنا عطاء نے فرمایا "اللہ کی قسم! یہ واقعہ حکم حجاب کے بعد کا ہے۔" ابن ہشام نے کہا "کیا عورتیں مردوں سے مخلوط ہو کر طواف کرتی تھیں؟" فرمایا "نہیں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ کنارے ہو کر طواف کرتی تھیں۔ ایک عورت نے کہا عائشہ رضی اللہ عنہا چلو حجر اسود کا بوسہ لیں" فرمایا "نہیں، چھوڑو" اور جانے سے انکار کر دیا (تاکہ اختلاط نہ ہو) (صحیح بخاری)

عورت کا رات میں طواف کرنا

عورت مرد کی طرح رات و دن کے اوقات میں سے کسی بھی وقت طواف کر سکتی ہے لیکن عورت کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ رات میں خانہ کعبہ کا طواف کرے کیونکہ عورت کے لیے رات کا وقت پردے میں مدد دیتا ہے اور عام طور پر رش بھی کم ہوتا ہے۔ اس وقت عورت کا بیت اللہ سے قریب ہو کر طواف کرنا رکن یمانی و حجر اسود کا بوسہ لینا بھی زیادہ ممکن ہے۔ البتہ اس تفریق پر کوئی دلیل وارد نہیں۔ (مغنی ابن قدامہ)

حالت حیض میں دوران حج و عمرہ خواتین کو پیش آمدہ مختلف سوالات کے جوابات شیخ عثیمین نے نہایت مدلل اور تسلی بخش دیے ہیں۔ جو خواتین کے لیے بہت مفید ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک خاتون نے ان سے سوال دریافت کیا کہ:

"میں عمرے کے لیے میقات سے گزرتے ہوئے حالت حیض میں تھی۔ لہٰذا میں نے احرام نہیں باندھا اور پاک ہونے تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ بعد ازاں مکہ معظمہ ہی سے احرام باندھ لیا۔ کیا یہ جائز ہے اب مجھے کیا کرنا چاہیئے نیز کیا مجھ پر اس کا کوئی کفارہ واجب ہو گا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ: "یہ طریقہ کار جائز نہیں۔ عمرے کی خواہش مند عورت کے لیے خواہ وہ حائضہ ہی کیوں نہ ہو یہ جائز نہیں کہ میقات سے احرام پہنے بغیر گزر جائے۔ حیض میں ہونے کے باوجود وہ احرام پہنے گی۔ اس کا احرام پہننا صحیح ہو گا اور اس کا انعقاد بھی ہو گا۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں ولادت ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجۃ الوداع کے ارادے سے ذی الحلیفہ میں اترے تھے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوا بھیجا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "غسل کرو' اپنے کپڑے باندھ کر (یعنی نفاس کی آلودگی کے لوازم) احرام پہن لو۔"

حیض اور نفاس کے خون کا حکم ایک ہی ہے۔ لہٰذا ہم حائضہ خاتون سے کہیں گے کہ حج یا عمرے کی نیت سے میقات سے گزرتے ہوئے غسل کرنے کے بعد کپڑا رکھ کر احرام باندھ لے۔

کپڑا رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے مقام پر رطوبت جذب کرنے کے لیے کوئی موٹا کپڑا مضبوطی سے باندھ لے۔ پھر حج یا عمرے کا احرام پہنے۔ لیکن حالت احرام میں ہونے کے باوجود مکہ معظمہ پہنچنے پر پاک ہونے تک وہ بیت اللہ میں داخل ہو گی اور نہ اس کا طواف کر سکے گی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے دوران حائضہ ہو جانے پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ:

"حاجیوں کے ساتھ تمام افعال بجالاؤ مگر پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔" (بخاری و مسلم)

بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پاک ہونے کے بعد بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ کی سعی کی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عورت کو حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے دوران حج یا دوران عمرہ طواف بیت اللہ سے قبل حیض آ جائے تو وہ پاک ہو کر غسل کر لینے تک طواف اور سعی نہ کرے۔ لیکن اگر وہ حیض آنے سے قبل حالت طہارت میں طواف کر چکی ہو تو اسے مناسک کی ادائیگی جاری رکھنی چاہیئے۔ پھر وہ حالت حیض میں ہونے کے باوجود سعی بھی کرے گی' اپنے سر کے بال ترشوائے گی اور عمرہ مکمل کرے گی کیونکہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لیے طہارت شرط نہیں۔ اس سوال کہ "اگر عورت وقوف

عرفات کے روز حائضہ ہو جائے تو کیا کرے؟" کا جواب دیتے ہوئے شیخ محترم نے بتایا کہ:

"وقوف عرفات کے روز حیض جاری ہونے کی صورت میں عورت حج جاری رکھے گی۔ دیگر حجاج کے ساتھ تمام مناسک حج ادا کرے گی۔ لیکن پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گی۔"

عورت احرام کے وقت کیا کرے گی؟

عورت احرام کے وقت وہی سارے اعمال انجام دے گی جو مرد انجام دیتے ہیں، یعنی غسل کرے گی، اگر ضرورت ہو گی تو بال، ناخن کاٹ کر ناپسندیدہ بُو کو زائل کر کے صفائی اور نظافت حاصل کرے گی تاکہ حالت احرام میں ان کی ضرورت نہ پیش آئے، کیونکہ حالت احرام میں ان کی ممانعت ہے، اگر ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے تو کوئی لازمی بات نہیں ہے، اس لیے کہ یہ چیزیں احرام کی خصوصیات میں داخل نہیں ہیں۔ جسم میں کسی ایسے عطر کے لگانے میں حرج نہیں ہے جس میں پھیلنے والی تیز خوشبو نہ پائی جاتی ہو، دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، جس میں وہ فرماتی ہیں:

((كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَنَضمِدُ جِبَاهَنَا بِالْمِسْكِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ، فَإِذَا عَرَقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَانَا)) (سنن ابوداؤد)

"ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نکلتی تھیں، احرام کے وقت اپنی پیشانیوں پر مشک کا لیپ لگا لیا کرتی تھیں اور جب کسی کو پسینہ ہوتا تو یہ بہہ کر اس کے چہرے پر آ جاتا، نبی کریم ﷺ دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے۔"

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار (۵/۱۲) میں فرماتے ہیں: "آپ ﷺ کا سکوت اختیار کرنا جواز کی دلیل ہے اس لیے کہ آپ کسی غلط یا باطل کام پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔"

احرام کے وقت برقعہ یا نقاب کا استعمال

اگر عورت احرام سے پہلے نقاب یا برقع پہنے ہو تو احرام کی نیت کے وقت انہیں

نکال دے گی۔ برقع یا نقاب چہرہ کے اس پردہ کو کہتے ہیں جس میں دونوں آنکھوں کی جگہوں پر دو سوراخ بنے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ نقاب پوش برقعہ پوش عورت کو دکھلائی دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَنْتَقِبُ الْمُحْرِمَةُ)) (بخاری)

"عورت حالت احرام میں نقاب نہیں لگائے گی۔"

اور برقع کی حیثیت نقاب سے فزوں تر ہے۔ اسی طرح عورت اگر احرام سے پہلے دستانہ پہنے ہوگی تو انہیں بھی احرام کی نیت کرتے وقت نکال دے گی۔ قفاز (دستانہ) دونوں ہاتھوں کے واسطے بنا ہوا ایک ایسا مخصوص لباس ہے جس میں اسے ہاتھوں پر ڈال کر چھپایا جاتا ہے۔

نقاب یا برقع کے علاوہ کسی دوسری چیز سے اپنا چہرہ چھپا سکتی ہے بایں طور کہ ہاتھوں کو اپنے اضافی کپڑوں کے اندر کرلے گی' کیونکہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردہ میں داخل ہیں جن کا حالت احرام یا غیر احرام میں مردوں سے چھپانا واجب ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خواتین مکمل طور پر عورت (غیر محرم سے چھپانے کی چیز) ہیں' یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنیں گی جن سے مکمل ستر پوشی ہو' اور محمل سے سایہ بھی حاصل کر سکتی ہیں' البتہ نبی کریم ﷺ نے نقاب اور قفاز (دستانہ) پہننے سے منع کیا ہے۔ قفاز (دستانہ) ہاتھوں کے لیے بطور غلاف (لفافہ) بنایا جاتا ہے۔ اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپاتی ہے جو چہرہ سے مس نہ کرتی ہو تو یہ متفقہ طور پر جائز ہے' اور اگر چہرہ سے مس کرتی ہو تو صحیح مسلک کے مطابق یہ بھی جائز ہے' اسے اس بات کا مکلف نہیں بنایا جائے گا کہ اپنے پردہ کو چہرہ سے' لکڑی یا ہاتھ یا کسی دوسری چیز کے ذریعہ دور رکھے' کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو یکساں حیثیت دی ہے' اور دونوں کو آدمی کے بدن (دھڑ) کی حیثیت حاصل ہے نہ کہ اس کے سر کی حیثیت' ازواج مطہرات (رضوان اللہ علیہم) اپنے چہروں پر پردے ڈال لیتی تھیں' اس کی

پرواہ نہیں کرتی تھیں کہ وہ چہروں سے دور رہیں۔

کسی اہل علم نے رسول اللہ ﷺ سے بطور حدیث یہ نقل نہیں کیا ہے۔ (اِحْرَامُ الْمَرأَةِ فِيْ وَجْهِهَا) یعنی عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے بلکہ یہ بعض علماء سلف کا مقولہ ہے۔

علامہ ابن القیم تہذیب السنن (۳۵۰/۲) میں لکھتے ہیں: "حالت احرام میں سوائے نقاب کی ممانعت کے رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی ثابت نہیں ہے کہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے گی۔"

مزید لکھتے ہیں: "سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ حالت احرام میں وہ اپنے چہرہ کو ڈھکے رہتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سواروں کے قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتے تھے' جب وہ ہمارے بالکل سامنے آجاتے تو ہم اپنے چہروں پر اپنی چادریں ڈال لیا کرتے تھے' اور جب وہ ہم سے آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول لیتے تھے۔" (سنن ابوداود)

احرام والی عورت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چہرہ اور ہاتھوں کو کسی ایسی چیز سے جو خاص طور پر انہی کے لیے سلے گئے ہوں جیسے نقاب' یا دستانے سے چھپانا ممنوع ہے (لیکن اسی کے ساتھ) غیر محرم لوگوں سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو دوپٹہ یا کپڑے کے ذریعے چھپانا واجب ہے' اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ لکڑی یا پگڑی وغیرہ جیسی کوئی چیز رکھ کر پردہ کو چہرہ کی ملامست سے دور رکھا جائے۔

حالت احرام میں کون سے لباس پہنے جا سکتے ہیں؟

حالت احرام میں خواتین کے لیے جملہ زنانہ لباسوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ زیب و زینت والے نہ ہوں' اور مردانہ لباسوں کے مشابہ نہ ہوں' اور نہ اتنے تنگ و چست ہوں کہ جسمانی اعضاء کی ساخت واضح ہوتی ہو' اور نہ اتنے باریک ہوں کہ ان کے نیچے سے جسم جھلکتا ہو' اور نہ اتنے چھوٹے ہوں کہ ہاتھ اور پیر کھلے ہوں' بلکہ طویل' موٹے اور کشادہ ہونے ضروری ہیں۔ علامہ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: "اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت احرام کی حالت میں قمیص' پائجامہ' اوڑھنی اور موزے استعمال کر سکتی ہے۔" (المغنی ۳/۳۲۸)

لباس کے سلسلے میں عورت کسی خاص قسم کے رنگ کی پابند نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مناسب جو رنگ چاہے سرخ' سبز' سیاہ کسی بھی رنگ کا لباس پہن سکتی ہے بلکہ کسی ایک رنگ کے پہنے ہوئے لباس کو جب چاہے دوسرے رنگ کے لباس سے تبدیل بھی کر سکتی ہے۔

احرام کے بعد تلبیہ کس طرح پکارے؟

احرام کے بعد خواتین کے لیے تلبیہ پکارنا مسنون ہے لیکن اتنی آواز سے کہ وہ خود سن سکے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: "علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت کے حق میں یہی مسنون ہے کہ وہ بلند آواز سے تلبیہ نہیں پکارے گی' بلکہ اتنی آواز سے تلبیہ پکارے گی کہ وہ خود سن سکے' فتنہ کے خوف سے بلند آواز سے اس کا تلبیہ پکارنا مکروہ ہے' اسی وجہ سے خواتین کے حق میں نہ تو اذان مشروع ہے اور نہ ہی اقامت' اور نماز میں متنبہ کرنے کے لیے تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کے بجائے تالی بجانا اس کے حق میں مسنون ہے"۔ (المغنی (۲/۳۳۰۔۳۳۱)

طواف کعبہ کے وقت خواتین کے لیے خصوصی امور کی پابندی

طواف کعبہ کے وقت خواتین پر مکمل ستر پوشی' آواز کا پست رکھنا' نظر نیچی رکھنا اور مردوں کی بھیڑ میں خصوصاً حجر اسود اور رکن یمانی کے قریب نہ جانا واجب ہے' مطاف کے بالکل آخری حصہ میں جہاں مردوں کا ازدحام نہ ہو ان کا طواف کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے بہ نسبت مطاف کے قریبی حصہ میں بیت اللہ سے قریب رہ کر طواف کرنے کے' کیونکہ مردوں کے ساتھ ازدحام لگانا فتنہ کی وجہ سے حرام ہے اور بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے قریب رہنا اور حجر اسود کا بوسہ دینا اگر بسہولت ان کا حصول ممکن ہو تو یہ زیادہ سے زیادہ سنت ہے' لہٰذا ایک سنت کے حاصل کی خاطر حرام کام کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس صورتحال میں ان

کے لیے ان دونوں پر عمل کی سُنیت بھی باقی نہیں رہ جاتی' کیونکہ اس صورت حال میں ان کے لیے مسنون یہی ہے کہ جب حجر اسود کے بالمقابل ہوں گی تو اس کی طرف اشارہ کریں گی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ہمارے اصحاب (علماء مذہب) کا قول ہے کہ خواتین کے لیے حجر اسود کا بوسہ یا اس کا استلام (ہاتھ سے چھو کر اس کو بوسہ دینا) غیر مستحب ہے' مگر یہ کہ رات وغیرہ میں جب مطاف خالی ہو تو ایسا کر سکتی ہیں' کیونکہ اس میں خود ان کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے ضرر اور فتنہ ہے۔"...... (المجموع ۸/۳۷)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "خواتین کے لیے رات میں طواف کرنا مستحب ہے' کیونکہ رات کے وقت طواف میں زیادہ ستر پوشی ہوتی ہے' ازدحام بھی کم ہوتا ہے' اس وقت بیت اللہ سے قریب اور حجر اسود کا استلام بھی ان کے لیے ممکن ہو سکتا ہے۔" المغنی (۳/۳۳۱)

خواتین کے طواف اور سعی کی کیفیت کیسی ہو؟

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی میں لکھتے ہیں: "خواتین کے طواف اور ان کی سعی میں معمول کے مطابق چلنا ہے' علامہ ابن لمنذر فرماتے ہیں: اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ طواف کعبہ میں خواتین پر رمل نہیں ہے اور نہ ہی صفا و مروہ کے مابین سعی ہے' اسی طرح ان پر اضطباع (داہنے کندھے کو کھولنا) بھی نہیں ہے' کیونکہ رمل (دلکی چال) اور اضطباع کا مقصد طاقت و قوت کا مظاہرہ ہے اور خواتین سے طاقت و قوت کا مظاہرہ مطلوب نہیں ہے' بلکہ ان سے ستر پوشی مطلوب ہے' رمل و اضطباع میں اس کے برخلاف بے پردگی پائی جاتی ہے۔ (المغنی ۳/۳۹۴)

حائضہ عورت طہارت حاصل کرنے تک کن اعمال حج کو ادا کرے گی؟

حائضہ تمام اعمال حج ادا کرے گی' احرام باندھے گی' وقوف عرفہ کرے گی' مزدلفہ میں رات گزارے گی' کنکری مارے گی' البتہ بیت اللہ کا طواف پاک ہونے سے پہلے نہیں کرے گی' دلیل سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' جس میں رسول اکرم ﷺ نے حیض آ جانے پر ان سے فرمایا تھا:

((اِفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي))

"تمام اعمال حج کو انجام دو' البتہ طہارت حاصل کرنے تک بیت اللہ کے طواف سے رکی رہو۔" (متفق علیہ)

امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک روایت میں ہے:

((فَاقْضِي مَا يَقْضِي الحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَغْتَسِلِي))

"وہ سارے مناسک حج ادا کرو جن کو ایک حاجی ادا کرتا ہے' البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا یہاں تک کہ غسل (طہارت) سے فارغ ہو جاؤ۔"

امام شوکانی لکھتے ہیں: "مذکورہ حدیث سے حائضہ کے لیے طواف سے نہی (ممانعت) واضح طور پر ثابت ہوتی ہے' یہاں تک کہ حیض کا خون بند ہو جائے اور وہ غسل (طہارت) سے فارغ ہو جائے' اور نہی (ممانعت) فساد کو چاہتی ہے جس سے عمل کا بطلان مراد ہوتا ہے لہٰذا اس حائضہ کا طواف باطل ہے' یہی جمہور کا قول ہے۔" (نیل الاوطار ۴۹/۵)

صفا و مروہ کے مابین سعی بھی نہیں کرے گی' کیونکہ سعی اس طواف کے بعد ہی صحیح ہو سکتی ہے جسے حج کے رکن کی حیثیت حاصل ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے سعی طواف کے بعد ہی کیا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں: اگر کسی نے طواف سے پہلے سعی کر لی تو ہمارے نزدیک اس کی سعی درست نہیں ہو گی' یہی جمہور علماء کا قول ہے' امام ماوردی سے ہم یہ نقل کر آئے ہیں کہ انہوں نے اس بارے میں اجماع نقل کیا ہے' امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد (رحمہم اللہ) کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابن المنذر نے امام عطاء اور بعض اہل الحدیث سے اس کی صحت نقل کی ہے (یعنی اگر طواف سے پہلے سعی کر لی تو اس کی سعی صحیح مانی جائے گی) ہمارے اصحاب (علماء مذہب) نے امام عطاء اور داؤد (ظاہری) رحمہما اللہ سے اسے نقل کیا ہے۔ (المجموع ۸۲/۸)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طواف کے بعد ہی سعی کی تھی اور فرمایا تھا:

((لِتَأْخُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ))

"مجھ سے اپنے مناسک حج حاصل کر لو۔"

رہی صحابی رسول ابن شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں آپ فرماتے ہیں: "میں حج کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا تھا' لوگ آپ کے پاس آتے' بعض کہتے: یا رسول اللہ! میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی' یا یہ کہ میں نے ایک عمل کو دوسرے عمل پر مقدم یا مؤخر کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

((لَا حَرَجَ اِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَ هُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِيْ هَلَكَ وَ حَرَجَ))

"کوئی حرج نہیں ہے سوائے اس شخص کے جس نے مسلمان شخص کی عزت ظالمانہ طریقے سے برباد کی تو وہ البتہ تباہ ہو گیا' حرج میں پڑ گیا (اور گنہگار ہوا)۔"

(اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے' اس کے تمام رواۃ صحیحین کے رواۃ ہیں' سوائے صحابی رسول اسامہ بن شریک کے۔)

اس حدیث کو علامہ خطابی وغیرہ نے جس معنی و مفہوم پر محمول کیا ہے اسی پر محمول کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ سائل کا یہ کہنا کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی' یعنی طواف قدوم کے بعد اور طواف افاضہ سے پہلے سعی کر لی۔"

استاذ محترم علامہ محمد امین شنقیطی (رحمہ اللہ) اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "واضح ہو کہ جمہور اہل علم کا قول ہے کہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہو سکتی ہے' اگر طواف سے پہلے سعی کر لی تو یہ سعی جمہور کے نزدیک صحیح نہیں ہو گی' اس کے قائلین میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں' امام ماوردی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔"...... (اضواء البیان (۵/۲۵۲)

اس کے بعد شیخ موصوف نے امام نووی کا کلام اور صحابی رسول ابن شریک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب جس کا ابھی تذکرہ کیا گیا ہے نقل کیا ہے' پھر فرماتے ہیں: "حدیث میں سائل کے اس قول (قَبْلَ أَنْ أَطُوْفَ) سے مراد طواف افاضہ ہے جس کو رکن کی حیثیت

حاصل ہے' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس نے طواف قدوم جس کو رکن کی حیثیت نہیں حاصل ہے کے بعد سعی کی تھی۔"

علامہ ابن قدامہ رقم طراز ہیں: "سعی طواف کے تابع ہے' لہٰذا طواف سے پہلے سعی کرنا درست نہیں ہے' اگر طواف سے پہلے کسی نے سعی کرلی تو یہ سعی صحیح نہیں ہو گی' امام مالک' امام شافعی اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے' امام عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) کے قول کے مطابق یہ سعی صحیح ہو جائے گی' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اگر بھول سے سعی پہلے کرلی تو صحیح ہو جائے گی اور اگر عمداً کی ہے تو درست نہیں ہو گی' کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لاعلمی اور نسیان کی صورت میں تقدیم و تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو آپ نے "لَا حَرَجَ" (یعنی کوئی بات نہیں) فرمایا تھا۔.... (المغنی (۲۵۰/۵ طبع ھجر)

اول الذکر مسلک کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد سعی کی تھی' اور فرمایا تھا: (لِتَأْخُذُوا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ) "اپنے مناسک حج کو مجھ سے سیکھو۔"

سابقہ سطور سے واضح ہو گیا کہ طواف سے ماقبل سعی کو صحیح قرار دینے والوں کا سیدنا ابن شریک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے استدلال درست نہیں ہے' حدیث میں اس مسئلے سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا گیا ہے کیونکہ مذکورہ حدیث دو میں سے کسی ایک حالت پر محمول کی جائے گی' یا تو یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جس نے طواف افاضہ سے پہلے طواف قدوم کے بعد سعی کی' لہٰذا اس کی سعی طواف کے بعد ہی ہوئی' یا یہ حدیث بھول کا شکار ہو جانے والے اور جاہل کے حق میں ہے' قصداً طواف سے پہلے سعی کرنے والے کے بارے میں نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں میں نے قدرے تفصیل سے کلام کیا ہے کیونکہ آج کے دور میں بعض ایسے حضرات ظاہر ہوئے ہیں جو مطلقاً طواف سے پہلے سعی کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں' واللہ المستعان۔

تنبیہ طواف سے فراغت کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو حالت حیض ہی میں سعی کر سکتی ہے کیونکہ سعی کے لیے طہارت (پاکیزگی) لازمی شرط نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ المغنی (۲۴۶/۵) میں لکھتے ہیں "اکثر اہل علم کے نزدیک سعی کے

لیے طہارت شرط نہیں ہے' اس کے قائلین امام عطاء' امام مالک' امام شافعی' امام ابو ثور رحمہم اللہ اور دیگر اصحاب رائے ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں: "امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر عورت کو طواف کعبہ سے فراغت کے بعد حیض آ جائے تو صفا و مروہ کی سعی کر کے واپسی کے لیے نکل سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ وام سلمہ (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: طواف کعبہ اور اس کی دو رکعتوں سے فراغت کے بعد عورت کو حیض آ جائے تو صفا و مروہ کی سعی کر سکتی ہے۔" (اثرم نے اس کو روایت کیا ہے)

خواتین کا مزدلفہ سے منیٰ کی طرف پہلے نکل جانا

چاند چھپ جانے کے بعد لوگوں کے ازدحام کے خوف سے خواتین کا کمزور اور ضعیف لوگوں کے ساتھ مزدلفہ سے کوچ کرنا اور منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کو کنکری مارنا جائز ہے۔ علامہ موفق الدین ابن قدامہ لکھتے ہیں: "کمزور' ضعیف لوگوں اور خواتین کو (مزدلفہ سے منیٰ کے لیے) پہلے روانہ کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے (صحابہ کرام میں سے) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما اپنے خاندان کے ضعیف اور کمزور لوگوں کو پہلے ہی روانہ کر دیا کرتے تھے۔ امام عطاء ثوری' شافعی' ابو ثور (رحمہم اللہ) نیز دیگر اصحاب رائے کا یہی مسلک ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی نے مذکورہ قول کی مخالفت نہیں کی ہے' ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں کمزور و ناتواں لوگوں کے ساتھ نرمی و شفقت پائی جاتی ہے' اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے ساتھ بھیڑ بھاڑ اور ازدحام کی مشقت سے انہیں بچانا اور محفوظ رکھنا بھی ہے۔"...... (المغنی ۳۸۶/۵)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے جنہیں رخصت حاصل نہیں ہے کنکری مارنے کا وقت طلوع آفتاب کے بعد ہے' اور جنہیں رخصت حاصل ہے جیسے خواتین' ضعیف اور کمزور لوگ' ان لوگوں کے لیے طلوع آفتاب سے پہلے کنکری مارنا جائز ہے۔" نیل الاوطار (۷۰/۵)

امام نووی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء مذہب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"کمزور، ضعفاء اور خواتین وغیرہ کے حق میں سنت یہ ہے کہ انہیں نصف شب کے بعد طلوع فجر سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ کر دیا جائے تاکہ لوگوں کے ازدحام اور بھیڑ سے پہلے ہی جمرہ عقبہ کو کنکری مار کر فارغ ہو جائیں" اس کے بعد موصوف نے دلیل کے طور پر متعدد احادیث ذکر کی ہیں۔....... (المجموع ۸/۱۲۵)

خواتین کو حج یا عمرہ میں اپنے سروں کا حلق کرانا جائز نہیں ہے، بلکہ بالوں کے اوپری حصہ سے صرف ایک انگل کے برابر بال کاٹ لیں گی۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:
"خواتین کے حق میں قصر (یعنی بال چھوٹا کرانا) مشروع ہے، نہ کہ حلق، اس میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے، اس پر علامہ ابن المنذر نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے، کیونکہ ان کے حق میں حلق (یعنی بال کا منڈانا) ایک طرح سے مثلہ (اللہ کی بنائی ہوئی شکل و صورت کو مسخ کرنا) ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ عَلَى النِّسَآءِ حَلَقٌ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَآءِ التَّقْصِيْرُ)) (سنن ابوداؤد)
"خواتین پر حلق نہیں ہے، بلکہ ان پر تقصیر ہے۔"

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا))
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔" (سنن ترمذی)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ عورت ہر چوٹی سے ایک انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لے گی۔ یہی سیدنا ابن عمر (رضی اللہ عنہ) امام شافعی، اسحاق اور ابو ثور (رحمہم اللہ) کا بھی قول ہے۔
امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو سنا ہے آپ سے ایک ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنے تمام بالوں سے لے کر قصر کرتی ہو؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! تمام بالوں کو سر کے اگلے حصہ پر اکٹھا کر کے ان کے سرے سے ایک انگل کے برابر کاٹ لے گی۔" (المغنی ۵/۳۱۰)

امام نووی لکھتے ہیں: ''علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خواتین کو حلق (بال منڈانے) کا حکم نہیں دیا جائے گا' بلکہ ان کو تقصیر (چھوٹا) کرانا ہے' اس لیے کہ حلق ان کے حق میں بدعت اور مثلہ ہے۔''...... (المجموع (۸/۱۵۰' ۱۵۴)

جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے اور بال کٹوانے کے بعد

جمرہ عقبہ کو کنکری مارنے اور بالوں کی تقصیر کرانے کے بعد عورت اپنے احرام سے حلال ہو جاتی ہے' احرام کی وجہ سے جو چیزیں اس پر حرام تھیں سب حلال ہو جائیں گی البتہ وہ شوہر کے لیے حلال نہیں ہو گی' طواف افاضہ (زیارت) سے پہلے شوہر کو بیوی سے ہم بستری کی اجازت نہیں ہے' اور عورت اپنے شوہر کو طواف زیارت سے پہلے اس کی اجازت بھی نہیں دے سکتی۔ اگر اس درمیان شوہر نے اس سے صحبت کر لی تو اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا' یعنی مکہ میں ایک بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کو حرم کے فقراء مساکین پر تقسیم کرنا پڑے گا' کیونکہ شوہر نے حلال اول کے بعد وطی کی ہے۔

طواف زیارت کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو

طواف افاضہ (زیارت) کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو اس کو اجازت ہے جب چاہے سفر کر سکتی ہے' طواف وداع اس سے ساقط ہو جائے گا۔ دلیل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' فرماتی ہیں:

((حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ' قَالَت: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ ؟ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ وَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ' قَالَ: فَلْتَنْفِرِ إِذَنْ)) (متفق علیہ)

''صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) کو طواف افاظہ کے بعد حیض آ گیا' سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تزکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''کیا وہ ہمیں روکنے والی ہیں؟'' میں نے کہا: ''انہوں نے طواف افاضہ کر لیا ہے' طواف افاضہ کے بعد

ان کو حیض آیا ہے۔" آپ نے ارشاد فرمایا: "تب وہ واپسی کے لیے نکل پڑیں۔"
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں:
((أَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِم بِالْبَيْتِ طَوَافاً إِلاَّ أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ)) (متفق علیہ)
"لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری وقت خانہ کعبہ کے طواف کے ساتھ ہو (یعنی طواف وداع کریں) مگر حائضہ کے حق میں تخفیف کر دی گئی ہے (یعنی اس سے یہ معاف کر دیا گیا ہے)۔"
سیدنا ابن عباس ہی سے ایک دوسری روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:
((أَنَّ النَبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَخَّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَصْدُرَ قَبْلَ أَنْ تَطُوفَ بِالْبَيْتِ إِذَا كَانَتْ قَدْ طَافَت فِي الإِفَاضَةِ)) (احمد)
"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورت کو طواف (وداع) سے قبل واپس ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے بشرطیکہ طواف افاضہ پہلے کر چکی ہو۔"
امام نووی المجموع (۲۸۱/۸) میں علامہ ابن المنذر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "تمام اہل علم کا یہی قول ہے' ان میں امام مالک' اوزاعی' ثوری' احمد' اسحاق' ابوثور' ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہم) وغیرہ شامل ہیں۔"
علامہ ابن قدامہ المغنی (۴۶۱/۳) میں لکھتے ہیں: "یہی عام فقہاء کا قول ہے۔"
مزید لکھتے ہیں: "نفاس والی عورت کا بھی وہی حکم ہے جو حائضہ کا ہے' کیونکہ کسی چیز کے ساقط ہونے یا واجب ہونے میں حیض و نفاس دونوں کا حکم یکساں ہے۔"

عورت کا سواری سے اتر کر وقوف کرنا

مقام عرفہ میں عورت کے لیے سواری سے اتر کر وقوف کرنا مستحب ہے' سوار ہو کر نہیں۔ کیونکہ عورت کے لیے اتر کر وقوف کرنا زیادہ پردہ کا باعث اور عام نگاہوں سے بچنے کا سبب ہے اور مرد کا سوار ہو کر وقوف کرنا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ (المجموع للنووی)
نیز عرفات میں عورت کا وقوف (ٹھہرنا) صرف بیٹھ کر ہو گا جبکہ مرد کا وقوف بیٹھ کر

اور کھڑے ہو کر دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تفریق علامہ نووی نے بیان کی ہے مگر اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

خواتین کے لیے مسجد نبوی کی زیارت کے احکام

نماز کی ادائیگی اور ذکر و دعاء کے لیے مسجد نبوی کی زیارت خواتین کے حق میں مستحب ہے (بشرطیکہ ان کی زیارت محرم کے ساتھ ہو) لیکن قبر رسول ﷺ کی زیارت ان کے لیے جائز نہیں ہے' کیونکہ زیارت قبور سے خواتین کو منع کیا گیا ہے' شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ سابق مفتی سعودی عرب (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے مجموع فتاوی (۲۳۹/۳) میں لکھتے ہیں:

"اس مسئلہ میں صحیح اور راجح مسلک یہ ہے کہ خواتین کے لیے قبر نبوی کی زیارت دو اسباب کی بناء پر ممنوع ہے:

سبب اول: نہی (ممانعت) کے دلائل کی عمومیت' اور جب کسی چیز سے نہی (ممانعت) عام ہو تو اس نہی کی تخصیص کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

سبب دوم: جس علت اور سبب کی وجہ سے خواتین کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے وہ علت یہاں بھی موجود ہے۔"

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اپنے مناسک حج میں مسجد نبوی کے زائرین کے لیے قبر نبوی کی زیارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "قبر نبوی کی زیارت خاص طور سے مردوں کے لیے مشروع ہے' خواتین کے لیے کسی بھی قبر کی زیارت جائز نہیں ہے' جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے والے اور چراغاں کرنے والے مردوں پر لعنت بھیجی ہے۔ البتہ مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی اور دعا وغیرہ جیسے اعمال جو تمام مساجد میں مشروع ہیں' ان کے لیے مدینہ کا رخت سفر باندھنا ہر ایک کے لیے مشروع ہے۔"

فصل نہم

ازدواجی زندگی کے خاص مسائل

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ مِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (الروم: ۲۱/۳۰)

"اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی' یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

﴿ وَأَنْكِحُوا الْاَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ إِمَائِكُمْ إِن يَكُوْنُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (النور: ۳۲/۲۴)

"تم میں سے جو مرد و عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو' اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی' اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا' اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔"

علامہ ابن کثیر (رحمہ اللہ) مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس میں ایک طرح سے شادی کرنے کرانے کا حکم دیا گیا ہے' صاحب استطاعت و قدرت شخص کے حق میں اہل علم کی ایک جماعت شادی کے وجوب کی قائل ہے' وہ حدیث کے ظاہری معنی سے استدلال کرتی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرجِ وَ مَن لَم يَسْتَطِع فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہے اسے شادی کر لینا چاہیئے کیونکہ شادی نگاہوں کو پست رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی ہے' اور جس کو طاقت نہ ہو اسے روزہ رکھنا چاہیئے' اس لیے کہ روزہ اس کی قوت شہوت کو توڑنے والا ہے۔"[1]

اس کے بعد علامہ موصوف نے مذکورہ آیت کے ٹکڑے ﴿ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے زواج کو معاشی خوشحالی کا سبب قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آثار نقل کیے ہیں:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: "شادی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاؤ' اللہ تعالیٰ نے تم سے معاشی فراوانی کا جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

"اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو (شادی کرنے کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا' اللہ تعالیٰ کشادگی اور علم والا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "نکاح (شادی) میں اقتصادی خوشحالی تلاش کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِن يَكُونُوا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس اثر کو علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اسی معنی و مفہوم کا ایک اثر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے (تفسیر ابن کثیر (۵/۹۵ مطبوعہ دارالاندلس)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاوی (۳۲/۹۰) میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی صحیحین کے اندر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

مومنوں کے لیے شادی اور طلاق کو مباح قرار دیا ہے' چنانچہ اسلام میں دوسرے مرد سے شادی کر لینے اور اس کے طلاق دے دینے کے بعد اپنی مطلقہ عورت سے شادی کی اجازت ہے' لیکن نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے پر شادی کو حرام قرار دیتے ہیں' اور جن لوگوں نے اس کو مباح قرار دیا ہے انہوں نے طلاق کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہود طلاق کی اجازت دیتے ہیں لیکن مطلقہ اگر کسی دوسرے آدمی سے شادی کر لیتی ہے تو ان کے نزدیک پہلے شوہر پر وہ حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ کے یہاں طلاق نہیں ہے' اور یہود کے یہاں دوسرے مرد سے شادی کر لینے کے بعد مطلقہ عورت کا رجوع نہیں ہو سکتا' لیکن مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو جائز و مباح قرار دیا ہے۔"

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ ازدواجی زندگی کے ایک مقصد جماع (میاں بیوی کی صحبت) کے فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "جماع در حقیقت تین امور کے لیے بنایا گیا ہے اور انہی تینوں امور کو جماع کے اصل اور بنیادی مقاصد کی حیثیت حاصل ہے:

١ نسل کا تحفظ و بقاء اور اس کا استمرار و دوام' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تعداد دنیا میں ظاہر ہو کر مکمل ہو جائے۔

٢ اس پانی کا اخراج جس کا رک جانا اور جمع ہو جانا پورے جسم اور بدن کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

٣ شہوت پوری کرنا' لذت حاصل کرنا' اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا۔" ...... (الھدی النبوی (١٤٩/٣))

شادی کے متعدد عظیم فوائد ہیں' سب سے بڑا اور اہم فائدہ یہ ہے کہ زنا جیسے برے عمل سے بچاؤ اور محرمات کی جانب بری نگاہ اٹھانے سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔

شادی ہی کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے نسل کی بقاء' حسب و نسب کی حفاظت اور میاں بیوی کے مابین قلبی سکون اور روحانی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔

مسلم معاشرہ میں جس صالح اور مثالی خاندان کو ایک اہم عنصر کی حیثیت حاصل ہے اس کی تشکیل کے لیے زوجین کے درمیان باہمی تعاون کا حصول شادی کے ذریعہ ہی

ممکن ہے۔

اسی شادی کے ذریعہ ہی شوہر بیوی کی کفالت اور اس کو تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری کو نبھاتا ہے اور بیوی گھریلو ذمہ داری کو ادا کرتی ہے۔ اسی شادی کے ذریعہ ایک عورت کو کاروبار حیات میں اپنی مناسب اور صحیح کارکردگی کے مظاہرہ کا موقع ملتا ہے۔ یہ دعویٰ کہ گھر سے باہر نکل کر سروس کرنے میں عورت مرد کے ہمسر اور برابر کی شریک ہے درحقیقت یہ خود عورتوں اور انسانی معاشرہ کے دشمنوں کا دعویٰ ہے' جنھوں نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے نکال کر ان کو ان کی اپنی حقیقی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ہے' انہیں دوسروں کا عمل اور ان کا عمل دوسروں کو سونپ دیا ہے جس کی پاداش میں خاندانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے' میاں بیوی کے درمیان حسن مفاہمت کے بجائے سوء تفاہم کی خلیج حائل ہو گئی ہے جو بیشتر حالات میں آپس کی جدائی یا ناپسندیدہ اور پریشان کن زندگی گزارنے کا سبب بنتی ہے۔

استاد محترم شیخ محمد امین شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"معلوم ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب اور پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔ تمام معاملات اور شعبہ ہائے حیات میں مرد و زن کے درمیان برابری اور مساوات کا نظریہ غلط اور باطل ہونے کے ساتھ عقل و منطق' وحی آسمانی اور شریعت الٰہی کے بالکل مخالف و منافی ہے۔ اس کے سبب سے معاشرتی نظام میں جو فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہ ہر ایک کے لیے ظاہر و عیاں ہے۔ محض اسی شخص پر یہ فساد و بگاڑ مخفی ہو سکتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے سلب کر لیا ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو ان کی اپنی مخصوص صفات کے ساتھ پیدا کر کے انسانی معاشرہ کی تشکیل میں متعدد ساجھی داری اور مشارکت کے لائق اور مناسب بنایا' کہ ان کے علاوہ دوسرے ان کاموں کے لیے موزوں و مناسب ہو ہی نہیں سکتے تھے' جیسے حمل' ولادت' رضاعت' بچوں کی تربیت' گھر کی خدمت' کھانا پکانے' آٹا گوندھنے' جھاڑو دینے جیسی

گھریلو ذمہ داریوں کا بجا لانا۔ یہ ساری ذمہ داریاں جن کو خواتین اپنے گھر کی چہار دیواری کے اندر رہ کر مکمل پردے' تحفظ' عفت و پاکدامنی' اپنی شرافت و کرامت اور انسانی اقدار کی رعایت کرتے ہوئے انجام دیتی ہیں' معاش کی خاطر مردوں کی تگ و دو سے کسی طرح کم نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان گئے گذرے جاہل کفار اور ان کی تقلید کرنے والوں کا یہ دعویٰ کہ عورتوں کو بھی گھروں سے باہر نکل کر کام کرنے کے سلسلے میں وہی حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں' اس دعویٰ میں انسانی اقدار اور دین دونوں کا ضیاع ہے' جبکہ خواتین ایام حمل و رضاعت' اور نفاس میں کسی بامشقت ڈیوٹی کو ادا کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتی ہیں' یہ عام مشاہدہ کی بات ہے' اگر عورت اور اس کا شوہر دونوں ہی گھر سے باہر کام کے لیے نکل جائیں گے تو چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال' شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے اور ڈیوٹی سے فراغت کے بعد مردوں کی گھر واپسی کے وقت ان کے لیے کھانا وغیرہ کی تیاری جیسی ذمہ داریاں معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ اگر کسی شخص کو اس عورت کی جگہ اجرت پر رکھ دیا جائے تو وہ شخص خود اس گھر کے اندر اسی تعطل کا شکار ہو کر رہ جائے گا جس تعطل سے فرار اختیار کرنے کے لیے عورت نے گھر سے باہر قدم نکالا تھا۔ علاوہ ازیں کام کے لیے عورت کا گھر سے باہر نکلنا ار اسے ہر طرح کے کاموں میں گھسیٹنا اس میں انسانی اقدار اور دین دونوں کا ضیاع ہے۔"

لہٰذا مسلم بہنوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے اور اس قسم کے باطل پروپیگنڈوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے کیونکہ ان پر فریب پروپیگنڈوں سے متاثر ہونے والی خواتین کے حالات ہی ان پروپیگنڈوں کی ناکامی اور ان کے بطلان کی بہترین دلیل ہیں' کہا جاتا ہے کہ تجربات واضح برہان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسلم بہنوں کو اپنے عنفوانِ شباب ہی میں عمر ضائع ہونے سے پہلے شادی

کے سلسلہ میں جلد بازی سے کام لینا چاہیئے جب کہ وہ مردوں کی نظروں میں قابل رغبت ہوں' تعلیم جاری رکھنے یا سروس پر برقرار رہنے کی خاطر شادی کو کبھی بھی مؤخر نہیں کرنا چاہیئے' کیونکہ کامیاب ازدواجی زندگی ہی میں ان کی سعادت اور سکون مضمر ہے۔ شادی کے ذریعہ تعلیم یا سروس کے نقصانات کی تلافی کی جا سکتی ہے لیکن تعلیم یا سروس خواہ وہ جس مقام و معیار کی ہو' شادی کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ انہیں اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو بجالانے اور اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں پوری توجہ سے کام لینا چاہیئے' یہی ان کا بنیادی عمل ہے جو ان کی زندگی میں کار آمد اور نفع بخش ہے' لہٰذا شادی کے مقابلہ میں کسی متبادل کی تلاش میں نہیں رہنا چاہیئے' کوئی دوسری چیز اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ نیک بخت اور صالح شخص سے شادی کرنے میں کسی قسم کی تساہلی اور تاخیر نہیں برتنی چاہیئے اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((إِذَا أَتَاكُم مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَ خُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ))

"جب تمہارے پاس کوئی شخص آئے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن اور راضی ہو تو اس سے (اپنی بچیوں کی) شادی کر دو' اگر ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو گا اور زبردست طریقے سے فساد اور برائی پھیلے گی۔"

(اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے' اس کے متعدد شواہد بھی ہیں)

شادی کے لیے عورت کی رضامندی

جس خاتون کی شادی مقصود ہوتی ہے اس کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ہو گی:

1. یا تو وہ کم سن باکرہ (غیر شادی شدہ) ہو گی۔
2. یا وہ بالغہ باکرہ ہو گی۔

﴿۳﴾ یا وہ ثیبہ ہو گی یعنی جس کی پہلے شادی ہو چکی ہو گی' اور ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ مخصوص حکم ہے:

کم سن باکرہ (کنواری) کی رضامندی حاصل کرنا

کم سن باکرہ (غیر شادی شدہ) کے بارے میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے والد کو اس کی شادی کا حق حاصل ہے' کیونکہ کم سن بچی کی اجازت کا کوئی معنی ہی نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال کی عمر میں کی تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی کر دی تھی (متفق علیہ)

علامہ شوکانی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: "مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بلوغت سے قبل باپ کو بیٹی کی شادی کر دینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔" نیل الاوطار (۱۲۸/۶۔۱۲۹)

مزید لکھتے ہیں:

"یہی حدیث اس امر پر بھی دال ہے کہ کم سن لڑکی کی شادی بڑی عمر کے مرد سے کی جا سکتی ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے اندر اسی پر ایک باب قائم کیا ہے' اور اس باب کے تحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی حدیث کو ذکر کیا ہے' حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔"

علامہ ابن قدامہ (رحمۃ اللہ علیہ) تحریر کرتے ہیں:

"علامہ ابن المنذر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم جن سے ہم نے علم اخذ کیا ہے' ان کا اس امر پر اجماع ہے کہ والد اپنی کم سن لڑکی کی شادی کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے شادی میں کفو کا لحاظ رکھا ہو۔" ..... (المغنی (۴۸۷/۶)

میں (یعنی مؤلف) کہتا ہوں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ۶ سال کی عمر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنے میں ان لوگوں کی سخت تردید پائی جاتی ہے جو کم عمر بچیوں کی بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ شادی پر نکیر کرتے ہیں اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں' کتاب و سنت سے جہالت کی بناء پر یا اس کے پیچھے غلط مقاصد کارفرما ہونے کی وجہ

سے اسے غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے ایک منکر کام تصور کرتے ہیں۔

بالغہ باکرہ (کنواری) کی رضامندی کا لازمی ہونا

باکرہ (غیر شادی شدہ) بالغہ عورت کی شادی اس کی رضا مندی اور اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی' اور اس کی خاموشی کو اجازت تصور کیا جائے گا' کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

((لاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ' قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ))

"باکرہ عورت کی شادی اس کی اجازت حاصل کئے بغیر نہیں کی جا سکتی' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس کی کیسے اجازت حاصل کی جائے گی؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "اس کی اجازت یہ ہے کہ وہ خاموش رہے۔"

لہٰذا اہل علم کے صحیح قول کے مطابق باکرہ بالغہ عورت سے اس کی شادی کی رضا مندی اور اجازت حاصل کرنا ضروری ہے' خواہ اس کی شادی کرنے والا اس کا والد ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ ابن القیم (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: "جمہور سلف اور امام ابوحنیفہ کا اور امام احمد (رحمہما اللہ) کا ایک روایت کے مطابق یہی قول ہے' یہی ہمارے نزدیک بھی راجح ہے' اس کے علاوہ کوئی دوسرا قول ہم نہیں اختیار کرتے' کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان امر و نہی کے مطابق و موافق ہے۔" ...... (الهدی النبوی (۹۶/۵)

شادی شدہ عورت کی (دوسری) شادی بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی' البتہ اس کی اجازت صریح الفاظ (ہاں یا نہیں) میں حاصل کی جائے گی برخلاف باکرہ (غیر شادی شدہ) عورت کے' کہ اس کی خاموشی ہی کو اجازت تصور کیا جائے گا' المغنی (۶/ ۴۹۳) میں مذکور ہے: "اس سلسلے میں اہل علم کے مابین ہمیں کسی اختلاف کا پتہ نہیں ہے کہ شادی شدہ عورت کی اجازت صریح الفاظ میں حاصل کی جائے گی' کیونکہ اس بارے میں واضح حدیث وارد ہے اور اس وجہ سے بھی کہ زبان ہی دل کی ترجمان ہے'

اور اسی کا ہر ایسے مقام پر اعتبار ہوتا ہے جہاں اجازت کی ضرورت پڑتی ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کی شادی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر کسی سے کر دے' یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اگر عورت کسی شخص سے شادی کو ناپسند کرتی ہے تو اسے اس شخص سے شادی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا' ہاں کم سن لڑکی کی شادی اس کا والد اجازت کے بغیر کر سکتا ہے' لیکن شادی شدہ بالغہ عورت کی (دوسری) شادی (اس عورت کی) اجازت کے بغیر نہ تو اس کا باپ کر سکتا ہے اور نہ باپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص۔ اس مسئلہ میں تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اسی طرح بالغہ باکرہ (غیر شادی شدہ) عورت کی شادی باپ اور دادا کے علاوہ کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا' اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے' باپ اور دادا کو بھی اس سے اجازت حاصل کرنی چاہیئے' لیکن علماء کے مابین اس اجازت کے حکم میں اختلاف ہے' آیا یہ واجب ہے یا مستحب؟ صحیح قول کے مطابق اجازت حاصل کرنا ان دونوں پر بھی واجب ہے۔ ولی الامر کو اس شخص کے متعلق خوف الٰہی اور تقویٰ کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جس سے وہ اپنی لڑکی کی شادی کرنے جا رہا ہے اور اس امر کی رعایت بہت ضروری ہے کہ کیا وہ لڑکی کا "کفو" بن سکتا ہے یا نہیں؟ لڑکی کی مصلحت اور اس کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس کی شادی کرنی چاہیئے نہ کہ اپنے مفاد اور اپنی مصلحت کی خاطر کسی بھی شخص کے ساتھ شادی کر دینی چاہیئے۔" مجموع الفتاوی (۳۲/۳۹۔۴۰)

لڑکی کی شادی میں ولی الامر کی شرط

عورت کو اپنے موافق و مناسب شوہر کے انتخاب و اختیار کا جو حق دین اسلام نے عطا کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو اس بات کی مکمل چھوٹ اور آزادی دے دی گئی ہے کہ جس سے چاہے وہ شادی کر سکتی ہے' خواہ اس کی اس شادی کی وجہ سے

اعزاء و اقرباء اور اہل خاندان کی عزت و آبرو پر کسی قسم کی آنچ ہی کیوں نہ آئے' بلکہ اسے ایک ایسے ولی سے مربوط کیا گیا ہے جس کی زیر نگرانی وہ اپنے شوہر کا انتخاب کرے گی' ولی اس کی صحیح رہنمائی کرے گا اور عقد نکاح کا وہی ذمہ دار ہو گا' اسی کے ہاتھوں عقد کے تمام امور انجام پائیں گے۔ عورت کو از خود شادی کرنے یا عقد نکاح کا حق نہیں حاصل ہے' اگر وہ از خود عقد نکاح کا عمل انجام دیتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہو گا' کیونکہ سنن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ' فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ))

"جس عورت نے از خود اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے' اس کا نکاح باطل ہے۔" (امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے)

سنن اربعہ ہی میں یہ حدیث بھی مروی ہے: ((لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ)) "بغیر ولی کے نکاح نہیں ہے۔"

مذکورہ دونوں حدیثوں اور اس معنی و مفہوم کی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ولی کے نکاح ہی صحیح نہیں ہوتا' کیونکہ کسی حکم کی نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے۔

امام ترمذی کا ارشاد ہے: "اسی حدیث پر اہل علم کا عمل ہے جس میں سیدنا عمر' علی' ابن عباس اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ بھی شامل ہیں' اسی طرح فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ امام شافعی' احمد اور اسحاق (رحمہم اللہ) کا بھی یہی قول ہے۔ ملاحظہ ہو: المغنی (۴۴۹/۶)

نکاح کے اعلان کی غرض سے عورتوں کا دف بجانا

نکاح کا اعلان اور اسے لوگوں کے مابین شہرت دینے کے لیے عورتوں کا دف بجانا

مستحب ہے' بشرطیکہ یہ محض عورتوں کے درمیان ہو' اور اس میں موسیقی یا دیگر آلات لہو و لعب نہ ہوں' اور نہ ہی پیشہ ور گانے والیوں کی آواز میں ہو۔ اس موقع پر اشعار پڑھنے اور گیت گانے میں کوئی حرج نہیں ہے' بشرطیکہ مردوں تک اس کی آواز نہ پہنچے' رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلاَلِ وَ الْحَرَامِ اَلدَّفُ وَالصَوتُ فِي النِّكَاحِ))

"نکاح میں حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف کا بجانا اور گیت گانا ہے۔"

اس حدیث کو امام مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

علامہ شوکانی (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں: "یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح (شادی بیاہ) میں دف بجانا' باآواز بلند گیت گانا جیسے اتینا کم اتیناکم .....[1] وغیرہ جائز ہے بشرطیکہ ایسے گیت نہ ہوں جن سے شر و فساد کو ہوا ملتی ہو' یا جن میں حسن و جمال' فسق و فجور اور جام و جم کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہو' کیونکہ یہ تمام چیزیں نکاح (شادی بیاہ) میں ویسے ہی حرام ہیں جس طرح عام موقعوں پر حرام ہیں۔ اسی طرح دیگر تمام حرام لہو و لعب کی چیزیں (بھی) حرام و ممنوع ہیں۔" (نیل الاوطار ۶/۲۰۰)

مسلمان خواتین کو شادی بیاہ کے موقع پر زیورات اور کپڑوں کی خریداری میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اس اسراف کے قبیل سے ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے' اور بتلا دیا ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا' ارشاد

---

[1] سنن ابن ماجہ اور مسند احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دلہن کی رخصتی کے موقعہ پر کہا تھا: کیوں نہیں تم لوگوں نے اس کے ساتھ کسی عورت کو بھیج دیا جو جا کر گاتی "أَتَيْنَاكُمْ أَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَ حَيَّاكُمْ" "یعنی ہم تمہارے پاس آئے' ہم تمہارے پاس آئے' ہمارا تمہارے پاس آنا ہم کو اور تم کو مبارک ہو۔" (مترجم)

ربانی ہے:

﴿ وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (الانعام: ١٤١/٦)

"اور حد سے مت گذرو' یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔"

لہٰذا انہیں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فخر و مباہات سے دور رہنا چاہیئے۔

خاوند کی اطاعت واجب اور اس کی نافرمانی حرام ہے

مسلم خواتین پر اپنے شوہروں کی بھلے اور نیک کاموں میں اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ أَطَاعَتْ بعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ مِن أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَتْ)) (صحيح ابن حبان)

"اگر عورت نے اپنی پنجوقتہ فرض نمازیں ادا کرلیں' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کی تو جنت میں جس دروازے سے چاہے گی داخل ہو جائے گی۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری حدیث مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((لاَ يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلاَّ بِإِذْنِهِ وَلاَ تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلاَّ بِإِذْنِهِ)) (بخاری و مسلم)

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں نفلی روزے رکھے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے' اور نہ اپنے شوہر کے گھر میں (کسی غیر کو آنے کی) اجازت دے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔"

آپ ہی سے تیسری حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَلَمْ تَأتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا

الْمَلائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)) (بخاری و مسلم وغیرہ)

"اگر آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی ہے جس کی وجہ سے شوہر اس پر ناراض ہو کر رات گزارتا ہے تو فرشتے اس (عورت) پر صبح ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔"

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((وَالَّذِىْ نَفْسِى بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَأَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهِ فَتَأبى عَلَيْهِ إِلاَّ كَانَ الَّذِىْ فِى السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَىٰ عَنْهَا))

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو بھی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان پر ہے اس عورت پر ناراض رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔"

عورت کے اوپر عائد شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کے گھر کی حفاظت و نگرانی کرے اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے' ارشاد نبوی ہے:

((وَالْمَرأةُ رَاعِيَةٌ فِى بَيْتِ زَوْجِهَا وَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا)) (بخاری و مسلم)

"یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ و نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

نیز اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ گھر کے تمام کام کو از خود انجام دے' کسی ایسی خادمہ کو باہر سے بلانے پر مجبور نہ کرے جس سے وہ پریشانی میں مبتلا ہو اور اس کی بناء پر خود اسے یا اس کی اولاد کو فتنہ سے دو چار ہونا پڑے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۳۲/۲۶۰-۲۶۱) میں لکھتے ہیں: فرمان الٰہی:

﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (النساء: ۴/۳۴)

"پس نیک عورتیں اطاعت شعار ہوتی ہیں اور خاوند کی عدم موجودگی میں بحفاظت

الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں۔"

آیت مبارکہ اس امر کی متقاضی ہے کہ عورت کے اوپر اپنے شوہر کی خدمت گذاری' اس کے ساتھ سفر' اپنے آپ کو اس کے قابو میں دینے (یعنی لطف اندوز ہونے کے لیے) اور دیگر امور میں مطلق اطاعت واجب ہے' رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے بھی اسی کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خاوند کی خدمت گذاری کو جن علماء نے عورت پر لازم اور واجب قرار دیا ہے ان کا استدلال اس امر سے بھی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مخاطب بنایا ہے ان کے نزدیک یہی چیز معروف تصور کی جاتی ہے' لیکن شوہر کا عورت کو آرام پہنچانا' اس کی خدمت گزاری کرنا' جھاڑو دینا' آٹا گوندھنا' کپڑا دھونا' بستر لگانا اور گھریلو ذمہ داریوں کو بجالانا منکر (ناپسندیدہ) کاموں میں شمار کیے جاتے ہیں' (الھدی النبوی (۵/۱۸۸'۱۸۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (البقرہ: ۲/۲۲۸)

"اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔"

اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ ﴾ (النساء: ۴/۳۴)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔"

اب اگر عورت شوہر کی خدمت نہ کرے بلکہ شوہر ہی عورت کا خادم بن کر رہے تو (الٹا) عورت کو مرد پر قوامیت (حاکمیت) حاصل ہوگی۔"

مزید فرماتے ہیں: "عورت سے استفادہ اور اس کی خدمت گذاری کے عوض مرد پر عورت کے نان و نفقہ' سکنی (رہائش گاہ) اور اس کے لباس وغیرہ کی ذمہ داری عائد کی گئی

ہے' مزید برآں کسی بھی دو شخص کے مابین طے پانے والے عام معاہدہ کو عرف عام پر ہی محمول کیا جاتا ہے' اور عرف عام میں خدمت گذاری اور اندرون خانہ کی ضروریات کی انجام دہی عورت کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں شریف و غیر شریف' فقیر و مالدار کے درمیان تفریق کو روا رکھنا درست نہیں ہے' دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے شریف خاتون سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی خدمت کیا کرتی تھیں' انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر خدمت گذاری کی شکایت کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکایت نہیں سنی۔"

خاوند کی طرف سے سرد مہری کی صورت میں

اگر عورت اپنے خاوند کی جانب سے بے رغبتی اور بے توجہی محسوس کرنے کے باوجود اس کی زوجیت میں باقی رہنا چاہتی ہے تو اس کے لیے کیا کرے؟

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ (النساء: ۱۲۸/۴)

"اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی اور بے رخی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کرلیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں' صلح بہت بہتر چیز ہے۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر عورت کو اندیشہ لاحق ہو جائے کہ کہیں اس کا خاوند اس سے بے رغبتی اور عدم توجہی نہ برتنے لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ شوہر کے اوپر عائد اپنے جملہ حقوق یا بعض حقوق جیسے نان و نفقہ' لباس یا اس کے ساتھ شب باشی سے دست بردار ہو جائے۔ اگر عورت ایسا کرتی ہے تو خاوند کو بھی اس کی بات قبول کرلینی چاہیئے' شوہر کی رفاقت حاصل کرنے کے لیے حقوق سے دست برداری میں عورت پر کوئی حرج نہیں ہے' اور نہ

عورت کی دست برداری کو قبول کرنے میں مرد پر کوئی حرج ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

"دونوں آپس میں جو صلح کرلیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں' صلح بہت بہتر چیز ہے۔"

یعنی آپس کی مصالحت جدائی اختیار کرنے سے بہتر ہے۔

اس کے بعد موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب وہ عمر دراز ہو گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جدائی کا ارادہ کرلیا تو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر مصالحت کرلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت میں باقی رکھیں اور وہ اپنی باری سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دست بردار ہو جاتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی اس پیشکش کو قبول فرما کر انہیں اپنی زوجیت میں باقی رکھا (تفسیر ابن کثیر ۲/۴۰۶)

ناپسندیدگی کی بنا پر خاوند کے ساتھ نہ رہنا چاہتی ہو تو؟

اگر عورت کو خاوند ناپسند ہو اور اس کی زوجیت میں نہ رہنا چاہتی ہو تو کیا کرے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾

(البقرہ: ۲/۲۲۹)

"اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے' اس میں دونوں پر گناہ نہیں ہے۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (۱/۴۸۳) میں فرماتے ہیں:

"اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے اور عورت شوہر کے حقوق بجا لانے میں ناپسندیدگی کی وجہ سے کوتاہی کرتی ہو' اور اس کے ساتھ گذر بسر کی اپنے اندر طاقت و

استطاعت نہ پاتی ہو تو عورت کے لیے جائز ہے کہ خاوند کے دیئے ہوئے مال و متاع کو واپس دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ شوہر کے دیئے ہوئے مال کو واپس کرنے میں عورت پر کوئی حرج نہیں ہے' اور نہ اسے قبول کرنے میں شوہر پر کوئی مضائقہ ہے'' اور اسی کو خلع کہا جاتا ہے۔

بغیر کسی شرعی عذر کے خاوند سے علیحدگی اختیار کرنا

بغیر کسی عذر کے شوہر سے جدائی اختیار کرنے والی عورت کے بارے میں سخت وعید آتی ہے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلاَقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأَسَ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ))

''اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی عذر کے بغیر طلاق کی طالب ہوتی ہے تو اس پر جنت کی مہک حرام ہو جاتی ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی' اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں حسن کہا ہے)

اس لیے کہ حلال اور مباح چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے' بوقت ضرورت ہی طلاق کی راہ اپنائی جا سکتی ہے' لیکن بغیر ضرورت کے یہ مکروہ ہے' کیونکہ طلاق کی وجہ سے متعدد واضح ترین نقصانات لازم آتے ہیں' اور جس ضرورت کے تحت عورت خاوند سے طلاق کے لیے مجبور ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اوپر عائد خاوند کے حقوق کی ادائیگی مکمل طور پر نہ کر پاتی ہو جس کی بناء پر شوہر کی زوجیت میں باقی رہنا نقصان دہ ہو سکتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ ﴾ (البقرہ: ۲/۲۲۹)

''(ایسی صورت میں بیوی کو) یا تو اچھائی سے روکنا' یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ (ہمارے لیے بہتر ہو گا)۔''

اللہ کریم ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرہ: ۲/۲۲۶، ۲۲۷)

"جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے' پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے' اور اگر طلاق ہی کا قصد کر لیں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

ازدواجی تعلق منقطع کر لینے کے بعد عورت کے واجبات

زوجین کے درمیان جدائی کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: زندگی میں جدائی۔

دوسری صورت: موت کے ذریعہ جدائی۔

دونوں جدائیوں میں عورت پر عدت واجب ہو جاتی ہے' عدت کے معنی ہیں شرعی اعتبار سے ایک محدود مدت کے لیے عورت کا (شادی سے) رکے رہنا۔

عدت کی حکمت یہ ہے کہ یہ درحقیقت ایک نکاح کامل کے خاتمہ پر اس کے تقدس اور احترام کی رعایت ہے اور ساتھ ہی استبراء رحم (یعنی رحم کو حمل سے پاک و صاف دیکھنا) ہے تاکہ جس نے اس عورت سے جدائی اختیار کی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس سے صحبت نہ کرے کہ مبادا اس سے (پیدا ہونے والے بچہ میں) اشتباہ و اختلاط پیدا ہو جائے اور حسب و نسب کا ضیاع لازم آجائے۔ عدت میں پہلے عقد نکاح کا احترام ہے اور پہلے شوہر کے حق کا احترام و تقدس ہے اور ایک طرح سے اس کی جدائی پر تاثرات کا اظہار ہے۔ عدت کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: حاملہ عورت کی عدت' جو مطلق وضع حمل سے مکمل ہو جاتی ہے خواہ عورت مطلقہ بائنہ ہو یا مطلقہ رجعیہ' زندگی ہی میں جدائی اختیار کرنے والی ہو یا متوفی عنھا زوجھا (یعنی اس کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَأُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ (الطلاق: ۶۵/۴)

"حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔"

دوسری قسم: ایسی مطلقہ عورت جس کو حیض آتا ہو' یہ عدت تین حیض آنے سے مکمل ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾ (البقرة: ۲/۲۲۸)

"طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین قروء (حیض) تک روکے رکیں۔"

آیت مبارکہ میں (ثلاثۃ قروء) سے مراد تین حیض ہے۔

تیسری قسم: ایسی عورت جس کو حیض ہی نہ آتا ہو' اس کی دو قسمیں ہیں:

کم سن غیر حائضہ اور عمر دراز جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو' ان دونوں کی عدت اللہ رب العزت نے اپنے اس فرمان میں بیان کر دی ہے:

﴿ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ﴾ (الطلاق: ۶۰/۴)

"تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے' اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔"

چوتھی قسم: متوفی عنھا زوجھا (یعنی ایسی عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کی عدت اپنے اس فرمان کے ذریعہ واضح کر دی:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ (البقرہ: ۲/۲۳۴)

"تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں۔"

یہ حکم مدخول بھا' وغیر مدخول بھا کم سن اور عمر دراز سب کو شامل ہے' اس میں حاملہ عورت نہیں داخل ہو گی' کیونکہ دوسری آیت کے ذریعہ وہ خارج ہو جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

"حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔"

"الھدی النبوی" مؤلفہ ابن القیم ۵/ ۵۹۴ (محقق ایڈیشن)

عدت گزار عورت پر کیا کیا چیزیں حرام ہیں؟

طلاق شدہ عدت گزارنے والی خاتون پر مندرجہ ذیل چیزیں حرام ہیں:

(۱) شادی کا پیغام: الف۔ ایسی عورت جو طلاق رجعی کی عدت گزار رہی ہو اس کو شادی کا پیغام دینا صراحت کے ساتھ یا اشاروں کنایوں میں دونوں طرح سے حرام ہے' کیونکہ وہ ابھی بیوی کے حکم میں ہے' لہٰذا یہ جائز نہیں کہ کوئی اسے شادی کا پیغام دے کیونکہ وہ ابھی تک اپنے شوہر کی زوجیت اور اس کی ماتحتی میں ہے۔

ب۔ غیر رجعی طلاق کی عدت گزارنے والی عورت کو صراحت کے ساتھ شادی کا پیغام دینا حرام ہے' البتہ اشاروں کنایوں میں اس کو شادی کا پیغام دیا جا سکتا ہے' ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۳۵)

"تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اشارۃً کنایۃً ان عورتوں سے شادی کی بابت کہو۔"

صراحت کے ساتھ شادی کے پیغام دینے کی شکل یہ ہے کہ اس عورت سے شادی کی رغبت ظاہر کی جائے' مثلاً کہا جائے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" کیونکہ ایسی حالت میں شادی کی رغبت عورت کو وقت سے پہلے ہی عدت کے ختم ہونے کی اطلاع اور خبر دینے پر مجبور کر سکتی ہے' برخلاف اشارہ و کنایہ کے' کیونکہ اشاروں کنایوں میں شادی کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی' لہٰذا ان پر کسی قسم کا محذور (ممنوع کام) مرتب نہیں ہوتا' اور پھر آیت کریمہ کا مفہوم بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اشاروں اور کنایوں میں شادی کا پیغام دینے کی شکل یہ ہے کہ اس عورت سے کہا جائے کہ میں تمہاری جیسی عورت کا خواہش مند ہوں۔ غیر رجعی طلاق کی عدت گذارنے والی عورت غیر صریح پیغام کا جواب اشارہ و کنایہ میں دے سکتی ہے' البتہ صریح پیغام کا

جواب دینا اس کے لیے کسی طرح بھی درست نہیں ہے' اور رجعی طلاق کی عدت گذارنے والی عورت نہ تو صراحت کے ساتھ اور نہ ہی اشاروں کنایوں میں کسی طرح سے جواب دے سکتی ہے۔

﴿۲﴾ عدت گذار عورت کی شادی کسی دوسرے شخص سے کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿ وَلاَ تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ﴾ (البقرہ: ۲۳۵/۲)

"اور عقد نکاح جب تک عدت ختم نہ ہو جائے پختہ نہ کرو۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (۵۰۹/۱) میں لکھتے ہیں:

"یعنی ان کا عقد نکاح نہ کرو یہاں تک کہ عدت پوری کر لیں' اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عدت کے ایام میں دوسرا عقد کرنا صحیح نہیں ہے۔"

فائدہ ﴿۱﴾ دخول (میاں بیوی کے اجتماع) سے پہلے طلاق دی گئی عورت پر عدت نہیں ہے کیونکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَات ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ (الاحزاب: ۴۹/۳۳)

"اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے (ہی) طلاق دے دو' تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (۴۷۹/۵) میں لکھتے ہیں:

"علماء کے مابین یہ ایک متفق علیہ امر ہے کہ اگر عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس پر کوئی عدت نہیں ہے' لہٰذا طلاق کے بعد فوراً جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔"

﴿۲﴾ اگر عورت کو دخول سے پہلے مہر کی تعیین کے بعد طلاق دی گئی ہو تو اسے نصف مہر دیا جائے گا' اور اگر مہر کی تعیین نہیں ہوئی تھی تو اسے کپڑے وغیرہ میں سے جو کچھ میسر ہو دیا جائے گا۔ دخول کے بعد طلاق دینے کی صورت میں عورت کو مکمل مہر

دیا جائے گا' فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَ مَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ ﴾ إلى قوله تعالٰى ﴿ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ﴾ (البقرہ: ۲/۲۳۶' ۲۳۷)

"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو' تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں' ہاں! انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ کی چیز دو' خوشحال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق .... اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو۔"

یعنی اللہ تعالٰی مردوں کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ زوجین کی صحبت اور مہر کی تعیین سے پہلے طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے' اگرچہ اس سے عورت کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے لیکن متعہ کے ذریعے (یعنی انہیں کچھ مال و متاع دے کر) اس کی تلافی ہو جاتی ہے' شوہر کی مالی حالت اور عرف عام کے اعتبار سے عورت کو ساز و سامان دینا ضروری ہے۔

اس کے بعد اللہ رب العزت نے ایسی عورت کا تذکرہ کیا ہے جس کے مہر کی تعیین کی جا چکی ہے اور اسے دخول سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں نصف مہر دینے کا حکم دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (۱/ ۵۱۲) میں لکھتے ہیں:

"ایسی صورت حال میں (یعنی مہر کی تعیین کے بعد) نصف مہر کا ادا کرنا علماء کے مابین ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

﴿۳﴾ شوہر کی وفات کے بعد عدت گذارنے والی عورت پر پانچ چیزیں حرام ہوتی ہیں:

﴿۱﴾ تمام انواع و اقسام کی خوشبو' نہ تو وہ اپنے جسم میں اور نہ ہی اپنے کپڑوں میں کسی

قسم کی خوشبو لگائے گی اور نہ خوشبودار چیز استعمال کرے گی' کیونکہ رسول اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے:

((وَلَا تَمَسُّ طِيبًا))

"اور عورت خوشبو نہیں استعمال کرے گی۔"

۲. جسمانی زیب و زینت: ایسی عورت کے لیے خضاب لگانا اسی طرح زیب و زینت کی تمام اشیاء جیسے سرمہ وغیرہ' اور جلد کو رنگنے والی انواع و اقسام کی چیزوں کا استعمال حرام ہے' البتہ اگر اس کو بطور علاج اور دوا کے سرمہ لگانے کی ضرورت پیش آ جائے تو رات کے وقت سرمہ لگا سکتی ہے' لیکن دن میں اسے صاف کر دے گی' سرمہ کے علاوہ غیر زینت کی چیزوں سے اپنی آنکھوں کا علاج کر سکتی ہے' اس میں کوئی مضائقہ یا حرج نہیں ہے۔

۳. زیب و زینت کے لباس پہن کر زینت اختیار کرنا بھی ممنوع ہے' ہر وہ لباس جس میں زیب و زینت نہ پائی جاتی ہو پہن سکتی ہے' اس سلسلے میں کوئی مخصوص رنگ متعین نہیں ہے (لیکن مختلف معاشروں میں) مخصوص رنگ کے لباس کا استعمال عام طور پر لوگوں کی عادت بنتی جا رہی ہے جس کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ہے)

۴. انواع و اقسام کے زیورات' یہاں تک کہ انگوٹھی بھی نہیں استعمال کرے گی۔

۵. جس مکان یا منزل میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت وہ تھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں یا گھر میں رات گذارنا اور اس گھر سے کسی شرعی عذر کے بغیر منتقل ہونا بھی جائز نہیں ہے' کسی مریض کی عیادت' یا کسی قریبی یا دوست کی ملاقات کے لیے اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی ہے' البتہ دن میں اپنے ضروری کاموں کے لیے نکل سکتی ہے۔

مذکورہ پانچ امور کے علاوہ کسی دیگر مباح امر سے عورت کو نہیں روکا جائے گا' علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"(خاوند کے انتقال کی وجہ سے) عدت گذارنے والی عورت کو ناخن کاٹنے' بغل کے بال اکھاڑنے' غیر ضروری بالوں کو صاف کرنے' بیری کی پتی کے پانی سے غسل کرنے' نیز کنگھی کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔" (الھدی النبوی ۵/۵۰۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

"ہر مباح چیز کا کھانا اس کے لیے جائز ہے' جیسے پھل اور گوشت وغیرہ' اسی طرح مباح مشروبات کا پینا بھی جائز ہے۔"..... (مجموع الفتاوی (۳۴/۲۷-۲۸)

آگے مزید لکھتے ہیں:

"ایسی عورت کے لیے تمام مباح کام اور مشغلے جیسے کڑھائی' سلائی' اور کتائی وغیرہ جن کو عموماً عورتیں انجام دیتی ہیں' حرام یا ممنوع نہیں ہیں' وہ سارے اعمال یا چیزیں جو غیر عدت میں اس کے لیے مباح تھیں عدت کے ایام میں بھی مباح ہوں گی' مثلاً جن مردوں سے اسے گفتگو کی ضرورت پڑتی ہے ان سے وہ پردے کا خیال کرتے ہوئے گفتگو کر سکتی ہے۔ یہ تمام باتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی سنت کی باتیں ہیں جن پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی بیویاں اپنے شوہروں کی وفات کے بعد (ایام عدت میں) عمل کرتی تھیں۔

عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ عدت گذار عورت چاند سے اپنے چہرہ کو چھپائے گی' گھر کی چھت پر نہیں چڑھے گی' مردوں سے گفتگو نہیں کرے گی اور اپنے محارم سے بھی اپنے چہرے کو چھپائے گی' یا اسی قبیل کی دیگر باتیں' تو حقیقتاً ان کی کوئی اصل یا بنیاد نہیں ہے' واللہ اعلم۔

فصل دہم

خواتین کی عزت و عصمت کے محافظ احکام

{1} مردوں کی طرح خواتین کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے' ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ- وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ (النور: ۲۴/۳۰' ۳۱)

"مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہی ان کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے' لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ خبردار ہے' مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

استاذ محترم شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اللہ عز و جل نے مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں پست رکھنے' اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے' شرمگاہوں کی حفاظت میں زنا' لواطت' سحاق (عورتوں کی ہم جنسی) اور بلا ضرورت انہیں لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے پرہیز کرنا اور محفوظ رکھنا داخل ہے۔" اضواء البیان (۱۸۶/۶)

آگے مزید فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیئے گئے احکامات کو بجا

لانے والے مردوں اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ سورہ احزاب میں بیان کیے گئے احکامات کو بھی بجا لائیں جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ .... ﴾ إلى قوله ﴿ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ۳۵/۳۳)

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں' فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان (سب) کے لیے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ کے کلام میں وارد لفظ (سحاق) کے معنی ہیں: عورتوں کی ہم جنسی کا عمل۔ یہ ایک سنگین جرم ہے جس پر دونوں عورتیں کڑی سزا اور سخت تادیب (سزا) کی مستحق ہیں۔

علامہ ابن قدامہ المغنی (۱۹۸/۸) میں لکھتے ہیں: "اگر دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو وہ دونوں زانی اور ملعون ہیں' کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا أَتَتِ الْمَرْأَةُ الْمَرأَةَ فَهُمَا زَانِيَتَانِ))

"جب دو عورتیں ہم جنسی کا عمل کرتی ہیں تو وہ دونوں زنا کا ارتکاب کرنے والی ہوتی ہیں۔"

ان دونوں پر تعزیری حد جاری کی جائے گی' اس لیے کہ یہ ایسا زنا ہے جس کے

بارے میں کوئی متعین حد ثابت نہیں ہے۔[1] لہٰذا مسلم خواتین خصوصاً دوشیزاؤں کو اس قبیح عمل اور منکر عمل سے بچنا چاہیئے۔

نگاہیں پست رکھنے کے سلسلے میں علامہ ابن القیم تحریر کرتے ہیں:

"نگاہیں فحش کاری کا پیش خیمہ اور جنسی شہوت بھڑکانے کا سبب بنتی ہیں' چنانچہ نگاہوں کی حفاظت درحقیقت شرمگاہوں کی حفاظت کی اصل بنیاد ہے' جس شخص نے اپنی نگاہیں آزاد چھوڑ دیں اس نے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا کیا' رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((یاَ عَلِیُّ ! لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّمَا لَكَ الاوْلٰی))

"اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ دوڑاؤ' کیونکہ پہلی (اتفاقی) نگاہ تمہارے لیے معاف ہے۔"

حدیث میں پہلی نظر سے مراد اچانک پڑنے والی نگاہ ہے جو بغیر قصد و ارادہ کے واقع ہوتی ہے۔ مسند (احمد) میں رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے:

((اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبلِيْسَ))

"نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔"

آگے مزید لکھتے ہیں:

"انسان کو لاحق ہونے والی عام مصیبتوں اور پریشانیوں کی اصل جڑ اور بنیاد نظریں ہی ہوا کرتی ہیں' کیونکہ اسی نظر سے دلوں میں مختلف وسوسے پیدا ہوتے ہیں' وسوسے افکار و خیالات کو جنم دیتے ہیں' خیالات سے شہوت پیدا ہوتی ہے' شہوت اور جنسی ہیجان سے دل میں ارادہ جنم لیتا ہے جو زور پکڑتے ہوئے عزم مصمم کی شکل اختیار کر لیتا ہے' پھر

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۳۲۱/۵) میں فرماتے ہیں: "اسی وجہ سے ہم جنس کا عمل کرنے والی عورت زناکار ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (زِنَا النِسَاءِ سِحَاقُهُنَّ) دو عورتوں کا زنا ان کا آپس میں ہم جنسی کا عمل ہے۔"

لازمی طور پر آخری عمل انجام پاتا ہے جس سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نگاہوں کو پست اور نیچی رکھنے پر صبر کر لینا' بعد میں لاحق ہونے والی تکلیف پر صبر کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہے۔"..... (جواب الکافی (ص ۱۲۹۔ ۱۳۰)

مسلم خواتین کو مردوں کی جانب نظر اٹھانے' نیز میگزینوں' ٹیلی ویژن یا ویڈیو پر پیش کی جانے والی ہیجان انگیز تصویروں کو دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے' برے انجام سے محفوظ رہیں گی' کتنی نظریں نظر والوں کے لیے افسوس و ندامت کا باعث بنتی ہیں' چھوٹی چنگاری سے ہی آگ بھڑکتی ہے۔

شرمگاہ کی حفاظت کے لیے گانے بجانے سے اجتناب

شرمگاہ کی حفاظت کے مختلف اسباب و وسائل میں سے ایک سبب اور وسیلہ یہ بھی ہے کہ گانے اور موسیقی کے سننے سے اجتناب کیا جائے' علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

"شیطان کے بے شمار جال ہیں جن کے ذریعہ کم علم' کم عقل' اور دین سے بے گانہ لوگوں کو اپنے دام فریب میں لیتا ہے اور جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے' انہی جالوں میں سے ایک جال ممنوع و حرام آلات لہو و لعب کے ذریعہ رقص و سرود اور گانے بجانے کا سماع ہے' جو کہ دلوں کو قرآن کریم سے پھیر دیتا ہے نیز انہیں فسق و فجور اور عصیان و نافرمانی کا عادی اور رسیا بنا دیتا ہے' لہٰذا گانا بجانا درحقیقت شیطان کا قرآن ہے جس سے بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک دبیز پردہ حائل ہو جاتا ہے' یہ لواطت (اغلام بازی) اور زنا کے لیے جادو کا کام کرتا ہے' اسی کے وسوسہ سے بدچلن اور بدکار عاشق اپنے معشوق سے اپنی آخری آرزو اور تمنا کو حاصل کر لیتا ہے۔" اغاثۃ اللھفان (۱/۲۴۲' ۲۴۸' ۲۶۴' ۲۶۵)

آگے مزید لکھتے ہیں: "عورت یا مرد (بغیر داڑھی مونچھ کا نوجوان لڑکا) سے گانا سننا عظیم ترین محرمات میں سے ہے اور دین کو برباد کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔"

یہ بھی لکھتے ہیں:

"ایک باغیرت آدمی اپنے اہل و عیال کو گانا سننے سے اسی طرح روکتا اور منع کرتا ہے جس طرح انہیں شکوک و شبہات کے اسباب سے دور رکھتا ہے' اسی طرح کے بدقماش لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب عورت مرد کے قابو میں نہیں آتی ہے تو مرد اسے گانا سنانے کی پوری کوشش کرتا ہے' گانا سننے کے بعد عورت نرم پڑ جاتی ہے کیونکہ وہ آواز سن کر بہت جلد اس کا اثر قبول کر لیتی ہے' اگر گانے کی آواز ہو گی تو اس کے اندر دو جانب سے انفعال (اثر) پیدا ہو گا' ایک آواز کی جانب سے' دوم گانے کے معنی و مفہوم کی جانب سے' اب اس سحر آفرینی کے ساتھ ڈھول تاشہ' غزلیات اور نسوانی انداز میں پورے جسم کو بل دے کر رقص بھی جمع ہو جائیں تو اگر گانے کے ذریعے کوئی عورت حاملہ ہو سکتی ہے تو اس نوعیت کے گانے سے ضرور بالضرور حاملہ ہو جائے گی' کتنی ہی شریف زادیوں نے محض گانوں کی وجہ سے عصمت فروشی کی راہ اپنا لی ہے۔"

چنانچہ ایک مسلم خاتون کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوف اختیار کرنا چاہیئے اور اس سنگین مہلک اخلاقی بیماری سے پرہیز کرنا چاہیئے جو آج مسلمانوں کے درمیان مختلف وسائل و ذرائع اور متعدد اسالیب اور انداز سے گانوں کی شکل میں پھیلتی جا رہی ہے' جن کو بہت سی نادان دوشیزائیں ان کے اصل مصادر و منبع سے طلب کر کے آپس میں ایک دوسرے کو بطور تحفہ (گفٹ) پیش کرتی ہیں۔

متقی محرم کی ہمراہی میں سفر

شرمگاہوں کی حفاظت کے مختلف طرق و وسائل میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کسی ایسے محرم کے بغیر سفر پر نہ نکلے جو اسے اوباشوں' بدکاروں اور آوارہ لوگوں کے برے ارادوں اور بری نیتوں سے تحفظ فراہم کر سکے اور بچا سکے' محرم کے بغیر عورت کے سفر کرنے کی ممانعت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں' انہی احادیث میں سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)) (متفق علیہ)

"کسی محرم کی معیت کے بغیر عورت تین دن کی مسافت کا سفر طے نہ کرے۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهَى أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ)) (متفق علیہ)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر دو دن یا دو رات کی مسافت طے کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا))

(متفق علیہ)

"کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لیے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر طے کرے۔"

مذکورہ احادیث میں تین دن' دو دن' ایک دن اور ایک رات کی جو تحدید کی گئی ہے تو اس سے مراد اس زمانہ کے وسائل نقل و حمل' پا پیادہ اور سواریوں کی مسافت ہے۔ تین دن' دو دن' ایک دن ایک رات یا اس سے بھی کم مسافت کی تحدید میں جو مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں تو علماء کرام نے اس اختلاف کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تحدید سے اس کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد ہر وہ سفر ہے جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے' اس سے عورت کو منع کیا گیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ مسافت جس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے شوہر یا محرم کی معیت کے بغیر اس کا سفر کرنے سے عورت کو منع کیا جائے گا' خواہ وہ تین دن ہو یا دو دن ہو یا ایک دن ہو' ایک برید ہو یا اس سے بھی کم ہو' کیونکہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مطلق سفر سے ممانعت میں وارد ہوئی ہے جس کو مذکورہ احادیث کے بعد بالکل اخیر میں امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ))

"کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔"

یہ حدیث ان تمام مسافات کو شامل ہے جن پر سفر کا اطلاق ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عورت کو سفر کرنے کی اجازت دی ہے تو حقیقتاً یہ فتویٰ خلاف سنت ہے' امام خطابی رحمہ اللہ معالم السنن (۲/۲۷۶۔۲۷۷) مطبوع مع تہذیب السنن لابن القیم میں لکھتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرد محرم کی معیت کے بغیر عورت کے سفر کو ممنوع قرار دیا ہے' عورت کے سفر کے لیے جس شرط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری قرار دیا ہے اس کے فقدان کے باوجود سفر حج کے لیے عورت کے نکلنے کو جائز قرار دینا خلاف سنت ہے' غیر محرم مرد کے ساتھ عورت کا سفر کرنا معصیت اور گناہ ہے' لہٰذا حج جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہے اسے عورت پر معصیت اور گناہ کی طرف لے جانے والے کسی امر کے ذریعہ ضروری اور لازم قرار دینا جائز اور درست نہیں ہو سکتا۔"

میں (مؤلف) کہتا ہوں: ان لوگوں رحمہم اللہ نے محرم کی معیت کے بغیر مطلق سفر کی اجازت عورت کو نہیں دی ہے' بلکہ انہوں نے صرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے اس کو سفر کی اجازت دی ہے' امام نووی (المجموع (۸/۲۴۹) میں فرماتے ہیں: "نفلی حج' تجارت اور زیارت وغیرہ کے سفر میں محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔"

لہٰذا آج جو حضرات محرم کی معیت کے بغیر عورتوں کے ہر طرح کے سفر میں تساہلی برتتے ہیں ان کی کوئی بھی قابل اعتماد عالم موافقت اور تائید نہیں کرتا' ان کا یہ کہنا کہ محرم عورتوں کو ہوائی جہاز میں سوار کرا دیتا ہے' جس شہر یا جس ملک میں وہ جانا چاہتی ہے

وہاں پہنچنے کے بعد دوسرا محرم اس کا استقبال کر لیتا ہے اور اسے اتار لیتا ہے' چونکہ جہاز میں بکثرت مرد و زن مسافرین کی تعداد موجود ہوتی ہے اس لیے ان کے خیال کے مطابق جہاز کا سفر فتنوں سے مامون و محفوظ ہوتا ہے' ہم ان حضرات کے جواب میں عرض کریں گے: ہرگز نہیں' جہاز کا سفر بنسبت دیگر سواریوں کے زیادہ پر خطر ہوتا ہے کیونکہ اس میں مسافروں کے مابین اختلاط ہوتا ہے' عین ممکن ہے عورت کو کسی مرد کے بغل میں بیٹھنا پڑے اور جہاز کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے جن کی وجہ سے اسے اپنے رخ کو کسی دوسرے ائرپورٹ کی جانب موڑنا پڑے جہاں عورت کو لینے والا کوئی نہ ہو' وہاں اس کو مختلف خطرات کا سامنا ہو سکتا ہے' اور کسی ایسے شہر اور ملک میں عورت کا کیا حشر ہو گا جہاں نہ تو اس کا کوئی محرم ہے اور نہ اس شہر اور ملک سے وہ واقف ہے۔

عفت و عصمت کو محفوظ رکھنے اور بچانے کا ایک طریقہ اور وسیلہ یہ بھی ہے کہ نامحرم شخص کے ساتھ عورت کو خلوت (تنہائی) میں اکٹھا نہ ہونے دیا جائے' فرمان نبوی ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا ' فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ))

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہونا چاہیئے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو' اس لیے کہ ان دونوں کے علاوہ (وہاں) تیسرا شخص شیطان ہوتا ہے۔"

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ لَا تَحِلُّ لَهُ' فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ إِلَّا مَحْرَمٌ))

"کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ہو جو اس کے لیے حلال نہیں ہے' اس لیے کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے' البتہ محرم اس کے ساتھ تنہائی میں ہو سکتا ہے۔"

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منتقی میں لکھا ہے: "ان دونوں حدیثوں کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

روایت کیا ہے' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں یہ معنی گزر چکا ہے۔"

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونے کی حرمت پر علماء امت کا اجماع ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے' حرمت کی علت وہی ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے' اور شیطان کی موجودگی دونوں کے لیے معصیت اور گناہ کے ارتکاب کا سبب بن سکتی ہے' محرم کی موجودگی میں اجنبی عورت کے ساتھ اکٹھا ہونا جائز ہے کیونکہ اس کی موجودگی معصیت کے ارتکاب کے لیے رکاوٹ ہو گی۔"...... (نیل الاوطار (۱۲۰/۶))

بعض خواتین اور ان کے سرپرست مختلف نوع کی خلوتوں (تنہائیوں) کے سلسلے میں تساہل سے کام لیتے ہیں' انہی خلوتوں میں سے:

(الف) ایک یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ خلوت (تنہائی) میں ہوتی ہے' ان کے سامنے اپنے چہرہ کو کھلا رکھتی ہے' حالانکہ یہ خلوت بہ نسبت دیگر خلوتوں کے زیادہ خطرناک اور سنگین ہوتی ہے' فرمان نبوی ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ ' فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الانْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ))

"خواتین پر داخل ہونے سے گریز کرو' ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! حمو کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "حمو" تو موت ہے۔" (امام احمد' بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)

امام ترمذی فرماتے ہیں: حمو کے معنی دیور (خاوند کا بھائی) بتلایا جاتا ہے' گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیور کے ساتھ خلوت کو ناپسند فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ خاوند کے قریبی رشتہ داروں جیسے والد' چچا' بھائی' بیٹے' بھتیجے اور چچیرے بھائی وغیرہ کو "حمو" کہا جاتا ہے۔ اس پر علماء

لغت کا اتفاق پایا جاتا ہے۔" (فتح الباری ۳۳۱/۹)

مزید لکھتے ہیں: "حدیث میں "حمو" سے باپ اور بیٹوں کو چھوڑ کر خاوند کے تمام اقارب مراد ہیں' باپ اور بیٹے چونکہ محارم میں داخل ہیں اس لیے ان کا عورت کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے' ان کے حق میں خلوت کو موت سے نہیں تعبیر کیا جا سکتا ہے۔"

فرماتے ہیں: "تساھل سے کام لیتے ہوئے عموماً بھائی اپنے بھائی کی بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو جاتا ہے' اس لیے آپ ﷺ نے اسے موت سے تشبیہ دی ہے' لہٰذا وہ ممانعت کا زیادہ مستحق ہے۔"

علامہ شوکانی حدیث نبوی (الحمو الموت) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بہ نسبت دیگر لوگوں کے اس سے زیادہ خطرہ اور خوف ہوتا ہے' جس طرح موت سے بہ نسبت دیگر چیزوں کے زیادہ خوف اور خطرہ ہوتا ہے۔"

لہٰذا ایک مسلمان خاتون کو اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی تساہلی نہیں برتنی چاہیئے اگرچہ بیشتر لوگ اس میں تساہلی سے کام لیتے ہیں کیونکہ اعتبار شریعت کے احکام کا ہے نہ کہ لوگوں کے عادات و اطوار کا۔

(ب) بعض خواتین اور ان کے سرپرست اجنبی ڈرائیور کے ساتھ عورت کے تنہا کار میں سوار ہونے کے لیے تساہل اور چشم پوشی سے کام لیتے ہیں حالانکہ یہ بھی حرام خلوت ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ سابق مفتی سعودی عرب (رحمہ اللہ) اپنے مجموع فتاوی (۵۲/۱۰) میں فرماتے ہیں: "اب اس امر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے کہ اجنبی عورت کا ڈرائیور کے ساتھ کسی محرم کی رفاقت کے بغیر تنہا کار میں سوار ہونا واضح طور پر ایک منکر عمل ہے' اس میں متعدد غیر معمولی خرابیاں ہیں خواہ ڈرائیور کے ساتھ کار میں بیٹھنے والی باحیاء' شرمیلی لڑکی ہو یا پاکدامن بڑی عمر کی عورت ہو جو مردوں سے بالمشافہ بات چیت کرتی ہو' جو شخص اپنی محرم خواتین کے لیے اس امر کو پسند کرتا ہے وہ دینی اعتبار سے کمزور' مردانگی میں ناقص اور بے غیرت ہے' رسول اکرم

ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((مَاخَلا رَجُلٌ بِامرَأَةٍ اِلَّا کَانَ الشَّیطَانُ ثَالِثُھُمَا))

"کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوا مگر شیطان ان دونوں کا تیسرا ہوتا ہے۔"

عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ کار میں سوار ہونا گھر وغیرہ میں اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک اور مضر ہے' کیونکہ وہ اس عورت کو شہر کے اندر یا شہر کے باہر اس کی رضامندی کے ساتھ یا بغیر رضامندی کے کہیں بھی لے جا سکتا ہے' اس سے جو خرابیاں لازم آئیں گی وہ مجرد خلوت سے لازم آنے والی خرابیوں سے کہیں زیادہ خطرناک اور عظیم ہوں گی۔"

جس شخص کے ذریعے خلوت کو ختم کیا جا سکتا ہے اس کا بڑا (عاقل' بالغ) ہونا بھی ضروری ہے' لہٰذا کم سن بچے کا موجود ہونا کافی نہیں ہے۔ اور بعض خواتین کا یہ تصور کہ اگر انہوں نے اپنے ساتھ کسی بچے کو لے لیا تو خلوت ختم ہو گئی غلط ہے' امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم (۱۰۹/۹) میں فرماتے ہیں: "اگر کوئی اجنبی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ بغیر کسی تیسرے شخص کی موجودگی کے خلوت میں ہوتا ہے تو یہ باتفاق علماء حرام ہے' اسی طرح اگر ان دونوں کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جس سے اس کی کم سنی کی وجہ سے شرم و حیاء نہ کی جاتی ہو تو اس کے ذریعے ممنوعہ خلوت زائل نہیں ہو سکتی۔"

(ج) بعض خواتین اور ان کے سرپرست ڈاکٹروں کے پاس بھی عورت کے تنہا جانے میں تساہل سے کام لیتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ عورت علاج کی ضرورت مند ہوتی ہے' یہ بھی ایک نہایت منکر (ناپسندیدہ) اور حد درجہ خطرناک عمل ہے جس پر خاموشی اور سکوت اختیار کرنا یا اسے باقی رکھنا جائز نہیں ہے' شیخ محمد ابراہیم رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۱۳/۱۰) میں لکھتے ہیں: "بہرحال کسی اجنبی عورت کے ساتھ کسی مرد کا خلوت میں ہونا شرعاً حرام ہے' خواہ وہ معالج طبیب ہی کیوں نہ ہو' دلیل وہی حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوا مگر شیطان ان دونوں کا تیسرا

ہوتا ہے۔"

لہٰذا عورت کے ساتھ کسی شخص کی موجودگی ضروری ہے' خواہ اس کا شوہر ہو یا اس کا کوئی محرم مرد ہو' اگر یہ میسر نہ ہو تو اس کی کوئی قریبی رشتہ دار عورت ہی ہو' اگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور بیماری سنگین ہو جس کو مؤخر کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم نرس وغیرہ کی موجودگی ضروری ہے تاکہ خلوت ممنوعہ سے اجتناب ہو سکے۔"

اسی طرح ڈاکٹر کا کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس کی کلاس فیلو ڈاکٹر یا نرس ہی کیوں نہ ہو' اور نابینا استاذ وغیرہ کا کسی طالبہ کے ساتھ خلوت میں ہونا بھی جائز اور درست نہیں ہے' اور نہ ہی جہاز میں کسی ائر ہوسٹس کا اجنبی مرد کے ساتھ خلوت میں ہونا جائز ہے۔ جھوٹی تہذیب کے نام پر نیز کفار کی اندھی تقلید اور شرعی احکام سے لاپرواہی کی بناء پر لوگ ان امور میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

گھر کے اندر کام کرنے والی خادمہ کے ساتھ آدمی کا خلوت میں ہونا یا گھر کی مالکن کا خادم کے ساتھ خلوت میں ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ خادموں کا مسئلہ ایک ایسا خطرناک اور سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے جس سے عصر حاضر کے بیشتر لوگ دوچار ہیں کیونکہ خواتین درس و تدریس اور گھر سے باہر مختلف کاموں میں مشغول ہیں۔

لہٰذا مؤمن مردوں اور عورتوں کو اس معاملہ میں متنبہ رہنے اور کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور غلط عادات اور برے رسم و رواج کی دوڑ میں مسابقت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

غیر محرم مرد سے عورت کا مصافحہ کرنا

کسی غیر محرم مرد سے عورت کا مصافحہ کرنا حرام ہے' شیخ عبدالعزیز ابن باز صدر اعلیٰ برائے افتاء و دعوت و ارشاد (سعودی عرب) رحمۃ اللہ علیہ اپنے مجموعہ فتاوی (۱۸۵/۱ مطبوعہ مؤسسۃ الدعوۃ الاسلامیۃ الصحفیۃ) میں فرماتے ہیں: "غیر محرم عورتوں سے مطلقاً مصافحہ جائز نہیں ہے' خواہ نوجوان ہوں یا عمر رسیدہ بوڑھی عورتیں' خواہ مصافحہ کرنے والا

نوجوان ہو یا عمر رسیدہ بوڑھا' کیونکہ مصافحہ میں دونوں کے لیے فتنہ کا سامان موجود ہے' اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق ثابت ہے:

((مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَ اِمْرَأَةٍ قَطُّ' مَاكَانَ يُبَايِعُهُنَّ اِلاَّ بِالْكَلَامِ))

"آپ ﷺ کے دست مبارک سے کسی عورت کا ہاتھ کبھی بھی مس نہیں ہوا' صرف کلام کے ذریعہ آپ خواتین سے بیعت کرتے تھے۔"

اور مصافحہ کرتے وقت کپڑے وغیرہ کے ذریعہ دونوں ہاتھوں کے درمیان حد فاصل قائم کرنے یا نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ممانعت کے دلائل میں عمومیت پائی جاتی ہے اور فتنہ کے سدباب کے لیے عدم تفریق ہی مناسب ہے۔"

شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "واضح ہو کہ کسی اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے' اور نہ ہی مردانہ جسم کے کسی حصہ کا زنانہ جسم کے کسی حصے سے مس ہونا جائز ہے' اور اس کے مختلف دلائل ہیں۔"...... (اضواء البیان ٦/٦٠٢۔٦٠٣)

پہلی دلیل نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِنِّي لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ)) (الحدیث)

"بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب: ٣٣/٢١)

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (کے طریقہ کار) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔"

لہٰذا ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے خواتین سے مصافحہ نہ کریں' مذکورہ حدیث کی وضاحت سورہ حج میں احرام یا غیر احرام کی حالت میں مردوں کے لیے مطلق معصفر (زعفرانی رنگ کے رنگے ہوئے) لباس کے استعمال کی ممانعت پر گفتگو کے وقت کر چکے ہیں' اور سورہ احزاب کی آیت حجاب کی تفسیر کے

دوران بھی اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے' بیعت کے وقت رسول اکرم ﷺ کا عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ مرد عورتوں سے مصافحہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کے جسم کا کوئی حصہ عورت کے جسم کے کسی حصہ سے مس کر سکتا ہے' کیونکہ لمس کی سب سے خفیف صورت مصافحہ ہے' جب بوقت ضرورت یعنی بیعت کے وقت آپ ﷺ مصافحہ سے گریز کرتے تھے تو اس سے یہی معلوم ہوا کہ مصافحہ جائز نہیں ہے' اور آپ ﷺ کی مخالفت کسی کے لیے جائز نہیں' اس لیے کہ آپ اپنے افعال و اقوال اور تقریر کے ذریعہ اپنی امت کے لیے احکامات کی تشریح کرنے والے تھے۔

دوسری دلیل پہلے ہم جو کہہ آئے ہیں کہ ایک خاتون مکمل طور سے عورت (یعنی ستر) ہوتی ہے' اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو چھپائے' فتنہ میں واقع ہونے کے خوف سے اسے نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے' اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ دو جسموں کے لمس میں بہ سبب آنکھوں کی نظر کے شہوت کو بھڑکانے اور فتنہ و فساد کی جانب دعوت دینے کا زیادہ قوی داعیہ پایا جاتا ہے' ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے۔

تیسری دلیل اس زمانے میں جبکہ لوگوں کے دلوں میں خوف الٰہی باقی نہیں رہا' امانت و دیانت کا فقدان ہوتا جا رہا ہے' شکوک و شبہات کی چیزوں سے اجتناب کا جذبہ ماند پڑتا جا رہا ہے' ایک اجنبی عورت سے لطف اندوز ہونے اور لذت حاصل کرنے کا یہ ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے' بارہا ہم کو بتلایا جا چکا ہے کہ عوام میں سے بعض لوگ اپنی سالیوں (بیویوں کی بہنوں) کو منہ سے منہ ملا کر بوسہ دیتے ہیں' اور اس کو سلام کا نام دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنی سالی کو سلام کیا ہے' ان کی مراد ہوتی ہے کہ اس کا بوسہ لیا ہے' جبکہ اس کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے' لہٰذا حق بات جس میں شک و شبہ کی ادنیٰ سی گنجائش نہیں ہے' یہ ہے کہ فتنوں اور شکوک و شبہات کی چیزوں اور ان کے اسباب و عوامل سے دوری اختیار کی جائے' اور فتنوں کے بڑے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ایک مرد اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصہ کا لمس کرے

اور چھوئے' جو حرام کاری کا ایک راستہ اور ذریعہ ہے' چنانچہ اس راستے کا بند کرنا بہت ضروری ہے۔

آخر میں مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی اس وصیت کی یاد دہانی کراتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں' اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (النور: ۲۴/۳۰-۳۱)

"مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہی ان کے لیے زیادہ پاکیزگی ہے' لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے' مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں' اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے' اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں' اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں' سوائے اپنے خاوندوں کے' یا اپنے والد کے' یا اپنے خسر کے' یا اپنے لڑکوں کے' یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے' یا اپنے بھائیوں کے' یا اپنے بھتیجوں کے' یا اپنے بھانجوں کے' یا اپنے میل جول کی عورتوں کے' یا غلاموں کے' یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں' یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں' اور (عورتیں) اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر

نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے' اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پا جاؤ۔"

وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ' وَ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ صَحْبِهِ

